سوداگر ہیں زہر کے

(حصہ دوئم)

روٹس فار ایکوٹی

2017

سوداگر ہیں زہر کے

(حصہ دوئم)

روئٹس فارا ایکوٹی

2017

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
تعارف	iv
ملٹی نیشنل کمپنیاں: نوآبادیات سے دورگلوبلائزیشن تک کا سفر	1
نیسلے پاکستان کا جائزہ	18
مونسانٹو کا جائزہ	52
مونسانٹو کے ملازمین کی امریکی سرکاری اداروں سے وابستگیاں	79
مونسانٹو نے گھٹنے ٹیک دیے: 700 ملین ڈالرز کا ہرجانہ	89
ہم ہیں مونسانٹو (نظم)	92

تعارف

تصنیف ھذا ''سوداگر ہیں زہر کے'' سلسلے کا دوسرا حصہ ہے۔ زیر مطالعہ حصے میں شمارہ گزشتہ کی طرح کمپنیوں کی اجارہ داری کو موضوع بنایا گیا ہے۔ حصہ اول جو کہ 2003 میں شائع کیا گیا تھا، میں دنیا کی پانچ بڑی زرعی کیمیائی کمپنیوں کے علاوہ عالمی بینک کو مختصراً پیش کیا گیا تھا۔ ان کمپنیوں میں بائر، ڈاؤ، ڈوپونٹ، سنجنٹا اور مونسانٹو شامل تھیں۔ اس تحریر میں کثیرالقومی (ملٹی نیشنل) کمپنیوں کے وجود کو نوآبادیات سے عالمگیریت تک کے دور میں جانچا گیا ہے۔ اس کے علاوہ نیسلے پاکستان اور مونسانٹو کا تفصیلی جائزہ بھی پیش کیا گیا ہے۔ اس کاوش کا مقصد عوام الناس کو ان کمپنیوں کے مکروہ چہرے سے روشناس کرانا ہے۔ خیال رہے کہ یہ تحاریر ادارے کے میگزین ''چیلنج'' میں پہلے شائع ہوچکی ہیں۔ ان مضامین کو یکجا کر کے چند تبدیلیں کے ساتھ دوبارہ ''سوداگر ہیں زہر کے'' نام سے شائع کیا گیا ہے۔

صنعتی انقلاب سے پوری دنیا سرمایہ داری کے حصار میں آتی چلی گئی اور آہستہ آہستہ ان کمپنیوں کا بول بالا شروع ہوگیا۔ اب کی بار دنیا میں ہونے والی پیداوار صنعتی اصولوں پر شروع ہوئی اور اس طرح کل پیداوار دو حصوں میں بٹ گئی ایک زرعی اور دوسری صنعتی۔ ایک عرصے تک زراعت صنعتی یا سرمایہ دارانہ پیداواری نظام سے باہر رہی لیکن پھر زراعت میں بظاہر پیداوار کو بڑھانے کے لیے زہریلی کیمیائی کھاد اور ادویات کا استعمال شروع ہوا جن کا مقصد اصلاً اس شعبے کو منافع کے حصول اور اپنی حاکمیت قائم کرنے کے لیے استعمال کرنا تھا۔ اس ارادے کے تحت پاکستان میں سبز انقلاب کی پالیسی 1960 دہائی میں پیش کی گئی جس نے زرعی شعبوں کو صنعتی اصولوں پر قائم کرنا شروع کیا۔ اس پالیسی کے نتیجے میں اب تک کی خودمختار دیہی آبادیاں غیرملکی کمپنیوں کی محتاجی میں پھنس گئی۔ بعد از اب یہ کمپنیاں اس شعبے میں مزید نئی نام نہاد، غیر قدرتی اور انتہائی نقصاندہ ٹیکنالوجی متعارف کرا رہی ہیں جن میں سے ایک جینیاتی ٹیکنالوجی کہلاتی ہے۔ زیرنظر تحریر میں جینیاتی ٹیکنالوجی کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔

کمپنیوں نے جہاں مختلف شعبہ ہائے زندگی پر اپنی حاکمیت قائم کرنا شروع کی وہاں زراعت و خوراک و پانی پر بھی اب قبضہ شروع ہوگیا تھا جن میں نیسلے اور مونسانٹو کافی قابل ذکر ہیں۔ اس مختصر کتابچہ

میں قارئین بظاہر نیک اور صاف ستھری دکھنی والی کمپنیوں کا حال جان سکیں گے کہ کس طرح اپنے مفاد کے لیے یہ کمپنیاں قانون اور سماجی و اخلاقی قدروں کو مجروح کرتی ہیں، کس طرح اپنے مفاد کے لیے سرکاری عمل و حرکت میں اثر انداز ہوتی ہیں اور کس طرح اپنی اجارہ داری قائم کرنے اور رکھنے کے لیے مجرمانہ اقدام اٹھائے رکھتی ہیں۔ یہ امر سمجھنا انتہائی اہم ہے کہ ایک طرف دور نوآبادیات کی طرز پر اب بھی یہ کمپنیاں کس طرح قدرتی وسائل پر قابض ہوکر خاص کر تیسری دنیا کو مقروض کرتی جا رہی ہیں اور دوسری طرف ماحولیاتی تباہی کی ضامن ہیں جس کا خمیازہ بھی زیادہ تر تیسری دنیا کو ہی بھگتنا پڑ رہا ہے۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہیکہ قدرتی عمل میں ردوبدل کرنے سے زمین، اس کی ماحولیات اور اس پر موجود زندگانی خواہ انسانی ہو یا دیگر ذی روح جاندار، کو شدید نقصان پہنچا رہی ہے۔ آئے روز موصول ہونے والی خبریں اور حقائق اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

کمپنیوں کے بڑھتے ہوئے قدموں نے ایک طرف تو بے زمین مزدور کسانوں کی مزدوری پر ہاتھ مارا تو دوسری طرف چھوٹے کسان ماحولیاتی تباہی کے باعث زمین کے بنجر ہونے، پانی کی قلت اور پیداوار گرنے کے مسائل سے دوچار ہوئے۔ پاکستان کے کسانوں کے حالات کا ایک عبوری جائزہ لیا جائے تو صنعتی زراعت کی وجہ سے کسان اپنی نو آبادیات کے بعد بچ جانے والی زمین کھونے، زمینی قبضے، زمین کے بنجر ہونے، مقروض ہونے، دیسی بیج کے کم یاب ہونے، امراض کے پھیلنے اور دیگر مسائل کی بناء پر اس شعبے کو ترک کر کے اندرون ملک و بیرون ملک صنعتوں میں مزدوری کرنے پر مجبور ہیں جبکہ صنعتوں میں نیو لبرل پالیسیوں کی بناء پر غیر انسانی صورتحال ہے۔کل ملا کر یہ دور عالمگیریت کی دین ہے۔

عوام الناس اور بالخصوص کسان مزدوروں کے لیے اس خرابے کی صورتحال میں اپنے قدم جمائے رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کمپنیوں کو ''نہ'' کا جواب دیں اور اتحاد کے ذریعے اپنے قدم مضبوط بنائے رکھیں۔ پاکستان کسان مزدور تحریک اسی سلسلے کی ایک کوشش ہے اور کاوش قلم اس سلسلے کی ایک کڑی۔

عذرا طلعت سعید
ایگزیکٹیو ڈائریکٹر
روٹس فار ا یکوٹی

ملٹی نیشنل کمپنیاں: نوآبادیات سے دور گلوبلائزیشن تک کا سفر

تحریر: ثناء شریف

اس میں شک نہیں کہ تجارتی کمپنیوں کی بنیاد سرمایہ دارانہ نظام کی بدولت رکھی گئی اور اس نظام کا استحکام آزاد تجارت کے نظریئے سے جڑا ہے۔ اس نظریئے کے فروغ کے لیے مختلف مالیاتی اداروں، مشترکہ منڈیوں اور بین الاقوامی کمپنیوں کا قیام عمل میں لایا گیا۔

سرمایہ دارانہ نظام اور اس کی ترقی کو قبول کرنے والے سب سے پہلے یورپی ممالک تھے۔ اس نظام نے آج سے تقریباً 500 سال پہلے نوآبادیات کے ذریعہ اپنے سرمائے میں بے تحاشہ اضافہ کیا۔ یورپی ممالک کا ایشیاء اور افریقی ممالک سے تجارت کا آغاز ہوا۔ نوآبادیات قائم کرنے اور ان کے وسائل تک رسائی کے لیے سمندری راستوں کے ذریعے تجارت عام کی گئی۔ یہ ممالک نوآبادیات سے خام مال کی برآمد اور مزدوروں کی زائد محنت کی بنیاد پر تیار کردہ مصنوعات انہی کی منڈیوں میں فروخت کے لیے پیش کیا کرتے تھے۔ اسی لیے ایک طرف نوآبادیات کی پیداواری صلاحیت اور آزادی کو جبراً مفلوج کیا گیا اور دوسری طرف ان علاقوں میں ''آزاد تجارت'' کے نام پر ان ہی کے خام مال سے تیار کردہ مصنوعات درآمد کر کے کئی ہزار گنا منافع کمایا گیا یا یوں کہہ لیں کے لوٹ مار کو جائز قرار دیا گیا۔ اسی بنیاد پر برطانیہ دنیا کے ایک چوتھائی حصے پر قابض ہو کے سب سے بڑی سامراجی قوت کے طور پر ابھرا۔

انیسویں صدی کے وسط میں جب برطانیہ کی صنعتوں نے اعلی تکنیکی مہارت حاصل کر لی تو اس ہی مہارت کے بل بوتے پر آزاد تجارت کے تصور کو اپنے فائدے کے لیے استعمال کیا۔ برطانیہ اور دیگر یورپی ممالک نے ترقی اور منڈیوں پر اجارہ داری قائم رکھنے کے لیے آزاد تجارت کو فروغ دینے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے جن میں سب سے اہم ملٹی نیشنل کمپنیوں کا وجود میں آنا تھا جس کی سب سے معروف مثال برطانیہ کی پہلی قائم کردہ ایسٹ انڈیا کمپنی ہے۔[1]

برطانیہ کی جنوبی افریقہ میں قائم کردہ پہلی نوآبادی ''کیپ کالونی'' کہلاتی تھی۔ جس کے ساتویں برطانوی وزیر اعظم سیسل روڈز (Cecil Rhodes) تجارت بڑھانے کے لیے نوآبادیات کو کچھ یوں

بیان کرتے ہیں کہ ''ہمیں ایسی زمین کی تلاش کرنی ہے جہاں بیک وقت آسانی سے خام مال اور سستے غلام مزدور حاصل کرسکیں اور یہ دونوں چیزیں ہمیں نو آبادیات کی صورت میں حاصل ہوسکتی ہیں۔ اس کے علاوہ ہماری صنعتوں میں تیار زائد اشیاء پیداوار کی کھپت کے لیے یہ نو آبادیات بہترین منڈیاں فراہم کریں گی''۔[2]

ملٹی نیشنل کمپنیوں کا وجود تیسری دنیا کے لیے نیا نہیں ہے بلکہ ان کمپنیوں کو سامراج یا نوآبادیاتی نظام کا حصہ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کمپنیوں کی ابتداء سولہویں صدی کے اوائل میں شروع ہوئی اور کئی سالوں تک چلتی رہی۔ پیش کردہ مضمون میں ملٹی نیشل کمپنیوں کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے کہ کس طرح دورِ نوآبادیات کے بعد دور عالمگیریت میں ان کمپنیوں کا قیام عمل میں آیا اور آج اکیسویں صدی میں ان کمپنیوں کی اجارہ داری کی ایک جھلک کچھ شعبہ جات میں پیش کی گئی ہے۔

ملٹی نیشنل کمپنیاں مقامی اور قومی حکومتوں پر اجارہ داری کے ذریعے جدید تکنیک اور ملکیتی حقوق کے حوالے سے طاقتور حیثیت رکھتی ہیں۔ مختلف ریاستیں ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کو مقابلہ سازی اور پرکشش سرمایہ کاری کے مواقع فراہم کرتی ہیں۔ جس کے نتیجے میں ان کمپنیوں کی ریاست میں وسیع پیمانے پر سرمایہ کے لیے مختص کی گئی رقم کی واپسی اس ریاست کی حکومتی پالیسیوں کے لیے ہمیشہ خطرہ بنی رہتی ہے۔ ایک طرف تو یہ کمپنیاں اشیاء، خدمات، سرحد پار نقل وحرکت میں اضافہ کے ذریعے دنیا بھر کی قومی معیشتوں کے باہمی انحصار میں اہم کردار ادا کررہی ہیں۔ وہی دوسری طرف ان کمپنیوں کے ذریعے مقامی مزدوروں کے استحصال میں اضافہ اور ملکی وسائل غیرملکی برآمدات کی نظر ہوجاتے ہیں۔ اسی لیے ترقی پذیر ممالک کی زیادہ تر معیشتیں پہلی دنیا کے ممالک پر انحصار کرنے لگتی ہیں۔

عام الفاظ میں ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کو یوں بیان کیا جاتا ہے:

''بین الاقوامی کمپنیاں ایسا کاروباری ادارہ کہلاتا ہے جو ایک سے زائد ممالک میں پیداوار کے انتظام اور خدمات فراہم کرتا ہے''۔[3]

ملٹی نیشنل کمپنیاں زمانہ نوآبادیات میں

ایسٹ انڈیا کمپنی

ایسٹ انڈیا کمپنی، ایسٹ انڈیز اور مشرق بعید میں1600 کے آخر میں تجارت سے بے تحاشہ منافع کمانے والی آٹھ کمپنیوں میں سے ایک تھی۔ دیگر سات تجارتی کمپنیاں ہالینڈ، فرانس، ڈنمارک، اسکاٹ لینڈ، اسپین، آسٹریلیا اور سوئیڈن میں قائم کی گئیں، لیکن ان سات میں سب سے زیادہ اہمیت ایسٹ انڈیا کمپنی کو حاصل ہوئی۔ یہ کمپنی ایشیائی خطے کے ممالک کے ساتھ منافع بخش تجارت کو بڑھانے کے لیے قائم کی گئی تھی۔

ڈچ (ہالینڈ کے باشندے) انڈونیشیا کے مختلف جزیروں سے مصالحہ جات کی تجارت پر سخت اجارہ داری قائم کیے بیٹھے تھے۔ دوسری طرف برطانوی تاجران مصالحہ جات کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کے سبب تشویش میں مبتلا تھے۔ لہذا اس اجارہ داری کے خاتمے اور ڈچ تاجروں کا مقابل کرنے کے لیے برطانیہ کی ملکہ الزبتھ اول نے برطانوی تاجروں کے طلب کردہ اجلاس میں تجارتی کمپنی قائم کرنے اور بحری جہازوں کے حصول کا فیصلہ کیا۔ یہ کمپنی برطانیہ ہندوستان سے غیر ملکی درآمد (خاص کر کپاس، چائے اور ریشم) پر اجارہ داری برقرار رکھتے ہوئے دنیا کی سب سے طاقتور تجارتی تنظیم کی حیثیت اختیار کر گئی۔ اجارہ داری پر مبنی تجارت شروع کرنے والی کمپنی سیاست میں ملوث ہو کر اٹھارویں صدی کے آغاز سے انیسویں صدی کے وسط تک برطانوی سامراج کے ایجنٹ کا کردار ادا کرتی رہی۔[4]

عام لفظوں میں یہ ملٹی نیشنل کمپنیاں نوآبادیات کے مستقبل کو وضع کرنے کے لیے سب سے زیادہ طاقتور انسانی تنظیم تصور کی جاتی تھیں۔ ان کے تحت دنیا کو واضح اور وسیع پیمانے پر وسائل ایک سے دوسری صنعت اور ایک ملک سے دیگر ممالک آزادانہ منتقل کرنے کے مواقع فراہم کرنا، اپنے منافع کو حد سے تجاوز کر لینا اور اس منافع کے ذریعے ایک منفرد طاقتور ادارے کی حیثیت حاصل کر لینا ان کمپنیوں کے واضح مقاصد تھے۔[5]

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے کہ برطانوی راج نے آزاد تجارت پر اجارہ داری قائم کرنے کے لیے تجارتی کمپنیاں قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔ ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کو کسی قاعدے قانون کے تحت چلانے کے لیے

ریاست کی طرف سے کمپنیوں کے لیے چارٹر تشکیل دیا گیا۔ جس کی تاریخ ہمیں سولھویں صدی میں ملتی ہے۔ اس وقت کے تاجران کو مشرقی انڈیز سے مصالحہ جات کے کاروبار کے لیے برطانیہ تک کے سمندری سفر میں ناگزیر حالات کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور وہ اکثر خراب موسمی حالات اور بحری قزاقوں کی تجارتی سامان کی لوٹ مار کا شکار ہو جایا کرتے تھے۔ تاجروں کے انفرادی طور پر لیے جانے والے قرض کی ادائیگی نا کرنے کا خمیازہ ان کی نسلوں کو قید کی صورت میں بھگتنا پڑتا تھا۔ اس وقت ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کو تاجروں کے کاروباری نقصان کو پورا کرنے کے لیے جدید ادارے کے طور پر پیش کیا گیا۔ چارٹر کی بنیاد پر ریاست کی طرف سے سرمایہ کاروں کو تجارتی نقصان کی صورت میں سرمائے کی واپسی کی یقین دہانی کرائی گئی تھی۔ برطانوی راج پہلے سے ہی ہر کمپنی سے ملنے والے منافع کی شرح طے کر لیتا تھا۔ اس کے علاوہ کمپنی کے مخصوص حقوق اور ذمہ داریاں دونوں طے ہو جاتی تھیں۔ ان کمپنیوں کو مختص کردہ منافع کی ادائیگی پر ذاتی تعلقات کی بناء پر خصوصی رعایت حاصل تھی۔ اس طرح کے کئی چارٹر شاہی فرمان کی صورت میں عطا کیے بھی جاتے تھے اور مخصوص منافع نہ حاصل ہونے پر واپس بھی لے لیے جاتے تھے۔[6]

تجارتی کمپنیاں نوآبادیات کے دور کے بعد

برطانوی سامراج کے بعد ان تجارتی کمپنیوں نے ان ممالک کی سیاسی اور اقتصادی مفادات کی نمائندگی کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ اٹھارہویں صدی میں امریکہ جو برطانیہ کی ایک کالونی تھی، نے برطانوی سامرج کی اقتصادی اور بحری طاقتوں سے طویل اور سخت جدوجہد کے ذریعے خود کو آزاد کرایا۔ اس وقت امریکہ کے تشکیل دیئے گئے آئین میں کمپنیوں کا کوئی ذکر نہیں تھا۔ اس لیے ملک میں ریاست اور کمپنیوں میں رسہ کشی کی کیفیت واضح تھی۔[7] امریکی ریاست ان کمپنیوں کی ذمہ داریوں کو محدود کرنے کی طرف مائل تھی۔ کمپنیوں کے لیے چارٹر کو جاری اور برقرار رکھنے کا اختیار انفرادی طور پر ریاست کے پاس تھا نہ کہ مرکزی حکومت کے پاس، تا کہ کمپنیوں کی کارکردگی پر ضوابط کا اختیار زیادہ سے زیادہ شہریوں کے ہاتھوں میں دیا جا سکے۔ اس دور میں کمپنیوں کے لیے تشکیل دیئے جانے والے چارٹر میں کمپنیوں کا منافع محدود کرنے کے لیے شخصی بنیادوں پر متعدد قوانین

موجود تھے۔ ابتدائی دور میں تجارتی چارٹر محدود مدت کے لیے مقرر کیے جاتے تھے اور وقت ضرورت ان کی تجدید نہ ہونے کی صورت میں یہ تحلیل کر دیے جاتے تھے۔ یہ چارٹر کمپنیوں کے لیے زمین کی ملکیت، منافع اور قرض کے حصول کے لیے حدود مقرر کرتا تھا۔ کسی بھی کمپنی کے ارکان اپنے دور رکنیت میں لیے جانے والے قرضوں کے ذمہ دار مانے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ چھوٹے اور بڑے سرمایہ کاروں کو مساوی حق رائے دہی دیا گیا تھا۔ قانون ساز اداروں کو ان تجارتی کمپنیوں کے مختلف امور پر نظر ثانی سمیت عوامی خدمات میں ناکامی پر تجارتی چارٹر کو واپس لینے کا اختیار حاصل تھا۔[8]

انیسویں صدی میں امریکہ میں کمپنیوں پر ریاست اور عوام کی روک ٹوک کو شدید دھچکا لگنا شروع ہو گیا۔ 1886 میں امریکی سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا کہ امریکی قانون کے مطابق نجی کارپوریشن ایک قدرتی انسان یا فرد کی حیثیت رکھ سکتی ہے اور اس لیے کارپوریشن بل آف رائٹس (Bill of Rights) کے تحت ملنے والے حقوق کو حاصل کر سکتی ہے۔ ان حقوق میں اظہار رائے کی آزادی اور دیگر آئینی تحفظ جو فرد واحد کو حاصل ہیں وہ کمپنیوں کو بھی دیئے جائیں گے۔[9]

درحقیقت آج دنیا کی سب سے بڑی طاقت امریکہ میں ان کارپوریشنوں کی قانونی حیثیت (legal status) بڑے غیر حقیقی انداز میں پیش کی جاتی ہے۔ ریاست کی طرف سے ان کارپوریشنوں کو (چارٹر) عام افراد کے برعکس لاء محدود زندگی کی بنیاد پر فراہم کیے جاتے ہیں۔ اس طرح کی قانون سازی کا مقصد ان کمپنیوں کو فرد واحد کی حیثیت پر مبنی حقوق فراہم کرنا تھا۔ اس کے علاوہ ان کمپنیوں کے انفرادی آئینی حقوق کی ضمانت کے طور پر عدالتوں کو توسیع دی گئی۔ جس کے تحت ان کمپنیوں کو قانونی تحفظ، اظہار رائے کی آزادی، خود کو الزام دہی سے محفوظ رکھنے اور مختلف ممالک میں وسائل کی نامناسب طریقوں سے تلاش کی آزادی فراہم کی گئی۔ اس چارٹر میں تمام قانونی حقوق صرف ایک غیر حقیقی شخص (کمپنی) کے لیے تشکیل دیے گئے ہیں۔ ان ملٹی نیشنل کمپنیوں کی قانون میں انفرادی حیثیت کے حوالے سے بہت سے سوالات نے جنم لیا ہے کہ کئی ملکوں میں بیک وقت سرمایہ کاری کر کے منافع حاصل کرنے والی کمپنیاں کس طرح انفرادی حیثیت کے زمرے میں آتی ہیں؟[10]

امریکی قانونی مصنف رچرڈ ایل گراسمین (Richard L. Grossman) ملٹی نیشنل کمپنیوں کے قیام کو کچھ اس طرح سے بیان کرتے ہیں:

"آج کی کاروباری کمپنی ایک مصنوعی تخلیق ہے۔ یہ کمپنیاں مصنوعی ہیں یا نہیں لیکن ان کمپنیوں نے شہریوں کے مقابلے اپنے لیے زیادہ قانونی حقوق جیت لیے ہیں اور ان حقوق کو حکومت نے اپنی مسلح طاقت سے تحفظ دیا ہے"۔[11]

دوسری عالمی جنگ کے بعد امریکی کمپنیوں نے بڑے پیمانے پر غیر ملکی سرمایہ کاری میں حصہ لینا شروع کیا۔ 1950 کی دہائی میں امریکہ، برطانیہ اور جاپان کے مالیاتی اداروں نے کمپنیوں کے استحکام کی غرض سے صنعتی شعبہ جات، ان کمپنیوں کے الحاق اور منافع کے نئے مواقعوں کی تلاش کے لیے بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری شروع کی اور ساتھ ہی بحری، ہوائی نقل وحمل اور مواصلات کے جدید تکنیکی نظام کو ترقی دی گئی۔ کمپنیوں کی مصنوعات کی فروخت کے لیے نئے اشتہاری طریقے تشکیل دیئے گئے تاکہ منڈی میں ان کے حصص (share) کو توسیع دی جاسکے۔ غیر ملکی سرمایہ کاری کے بڑھتے ہوئے رجحانات کے سبب 1990 میں ان کمپنیوں کی تعداد 7,000 سے 38,000 ہزار تک جا پہنچی۔ ان میں سے 90 فیصد کمپنیاں صنعتی ممالک سے تعلق رکھتی تھیں۔[12]

دورِ عالمگیریت اور تجارتی کمپنیاں

1990 کی دہائی میں کمپنیوں کے حجم کو بڑھانے اور سرحد پار موجود کمپنیوں سے الحاق کا وسیع رجحان دیکھنے میں آیا۔ دنیا کے مختلف علاقوں میں موجود امریکی، برطانوی اور جاپانی کمپنیوں نے عالمی سرمایہ دارانہ نظام کے ڈھانچے کو آگے بڑھانے کے لیے خود کو مربوط رابطہ سازی کے ذریعے تبدیل کیا۔ اس تبدیلی کے عمل میں ملازمتوں کی چھانٹی، رابطوں کا جدید انتظام، کمپنیوں کا انضمام اور مرکزی دفاتر کے قیام جیسی تبدیلیاں شامل تھیں۔ 1994 میں پہلی دنیا کے اشرافیہ نے "دنیا پر راج" (new world order) کرنے کے سازشی فلسفہ کو فروغ دیا۔ اس فلسفہ کی بنیاد پر حکومتی پالیسیوں میں آزاد تجارت کی آسان شرائط کے ساتھ شمولیت کو یقینی بنانے کی غرض سے عالمی تجارتی ادارہ (ڈبلیو ٹی او) کا قیام عمل میں لایا گیا اور آج ان دیگر سرمایہ دارانہ اداروں کے

رائج کردہ تجارتی قوانین کے تحت دنیا بھر میں مختلف شعبہ جات میں دیوہیکل کمپنیاں اپنے پنجے گاڑے بیٹھی ہیں۔[13]

عالمی تجارتی کمپنیاں اپنے حجم، نقل و حرکت کے وسیع ذرائع اور حکمت عملی کی بنیاد پر دنیا کے پیداواری نظام پر قبضہ جمانے میں مصروف ہیں۔ جو مال و دولت کے حصول اور دنیا میں نئے وسائل کی تلاش کے لیے سرگرداں دکھائی دیتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ان کمپنیوں کو سرمایہ دارانہ نظام کا سب سے زیادہ متحرک مہرہ مانا جاتا ہے۔[14] تیسری دنیا کے حکمران اور معاشی تجزیہ کار ان کمپنیوں کو معاشی ترقی اور غربت کے خاتمے کا ضامن قرار دیتے ہیں۔ اگرچہ ریاست کی ذمہ داریوں میں شہریوں کے حقوق کی حفاظت، معاشی ترقی کے ڈھانچے کو مستحکم بنانا اورعوام کی غذائی ضروریات پوری کرنے جیسے فرائض شامل ہیں لیکن ہمارے حکمران اپنی طاقت اور منافع کی ہوس میں عوام کی ضروریات اور مقامی صنعت کا مستقبل داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ حکمران ان بین الاقوامی کمپنیوں کوعوام دشمن تجارتی معاہدوں کی بنیاد پر اپنی منڈیوں میں سرمایہ کاری کے مواقع فراہم کرتے ہیں۔

دنیا بھر کی معیشتوں اور اقتصادی طاقت کے پیمانے کی جانچ کرنے والے ادارے کے مطابق دنیا کی 100 سب سے بڑی معیشتوں میں پچاس تجارتی کمپنیاں شامل ہیں۔ 1991 میں دنیا کی دس بڑی کمپنیوں کی مجموعی فروخت دنیا کی 100 سب سے چھوٹے ممالک کی مجموعی قومی آمدنی سے تجاوز کرگئی تھی۔ 1992 میں جنرل موٹرز کی مجموعی فروخت کا اندازہ 133 بلین ڈالرز لگایا گیا جو کئی ممالک تنزانیہ، ایتھوپیا، نیپال، پاکستان، بنگلہ دیش، یوگینڈا، نائیجریا، کینیا کی مشترکہ قومی پیداوار کے برابر تھی۔[15]

مضمون کے اگلے حصہ میں دنیا کے چند اہم شعبہ جات جیسے زراعت، ادویات اور کریانہ کی خرید و فروخت کے شعبے میں موجود بین الاقوامی کمپنیوں کے وسیع دائرہ کار اور ان کمپنیوں کا نئی ٹیکنالوجی کو بروئے کار لاکر عالمی تجارتی منڈیوں میں ان کے حجم کا جائزہ لیا جائے گا۔

عالمی سطح پر زراعت کے شعبہ میں چند دیوہیکل کمپنیوں کا قبضہ

1935-1989 کے دوران امریکہ میں چھوٹے فارمز (کھیت) کی تعداد 6.8 ملین سے گھٹ کر 2.1 ملین رہ گئی۔ اسی عرصے کے دوران امریکہ کی آبادی میں بھی دگنا اضافہ سامنے آیا۔ چنانچہ خوراک کی کمی کو پورا کرنے کے لیے متعدد مقامی ترسیل کاروں (suppliers) اور بیو پاریوں (dealers) کو مقرر کیا گیا اور چھوٹے کسانوں کو اس کاروبار سے علیحدہ کردیا گیا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس وقت کثیر دیہی مقامی آبادیاں زراعت جیسے شعبہ میں گمنامی کا شکار ہوگئی تھیں۔ زراعت کو کاروبار کا درجہ دے کرکئی عالمی کمپنیاں قائم کی گئیں۔ امریکہ کے دس بڑے فارم اب ملٹی نیشنل کمپنیوں کے نام سے جانے جاتے ہیں مثلا پلگر مز پرائیڈ (Pilgrim's Pride)، پرڈو فارمز (Perdue Farms)، کون آگرا فوڈز (ConAgra Foods)، گولڈکسٹ (GoldKist)، کونٹینینٹل گرین کمپنی (Continental Grain Company)، ٹائسن فوڈز (Tyson Foods) اور کارگل (Cargill) جو اب بیج اور ادویات کی بڑی کمپنی مونسانٹو کے نام سے جانی جاتی ہے۔ ان ملٹی نیشنل کمپنیوں نے جدید ٹیکنالوجی کا استعمال کرتے ہوئے خاص کر زراعت میں بیج، کھاد، کیڑے مار ادویات کوصنعت کا درجہ دے کرتجارتی بنیادوں پر استوار کردیا ہے۔[16]

بیج کا کاروبار کرنے والی بین الاقوامی کمپنیاں

انسانی زندگی کے آغاز کے بعد جب انسان نے اپنی بقاء کے لیے بیج دریافت کیا تو اس وقت سے ہی بیج کو اگانے والے کی ملکیت اور فخر تصور کیا جانے لگا۔ پہلی دنیا کے ممالک نے خوراک پر قبضے کے لیے بیج کو کاروباری جنس بنا دیا اور بیج جو خوراک کی پیداوار کا بنیادی جز سمجھا جاتا ہے اسے جدید ٹیکنالوجی کے ہاتھوں میں دے دیا گیا۔ بیج کا کاروبار کرنے والی ان ملٹی نیشنل کمپنیوں نے ذہنی ملکیت کے معاہدوں (Intellectual Property Rights) جیسے ہتھکنڈوں کا استعمال کرتے ہوئے بیج کوتجارت کے شعبے سے منسلک کرکے تجارتی جنس کے طور پر فروخت کرنا شروع کردیا۔ ان کمپنیوں کا مقصد روایتی بیجوں کے خاص بنیادی جرثومہ (germplasm) پر قبضہ کرتے ہوئے غیر مصنوعی اور غیر معیاری بیج تخلیق کرکے اس بیج پر کسانوں کے حقوق کا

خاتمہ کرنا تھا تاکہ وہ اس سے منافع کما سکیں۔

1990 کی دہائی میں کمپنیوں کے تعاون اور استحکام کی غرض سے متعدد دوا ساز کمپنیاں اور کیمیائی کمپنیوں کا الحاق سامنے آیا۔ مثال کے طور پر بیج کا کاروبار کرنے والی کمپنی مونسانٹو زرعی شعبے میں توجہ مرکوز کرنے سے پہلے دوا ساز کمپنی فارمیسیا (Pharmacia) اور اپ جان (Upjohn) سے الحاق شدہ تھی۔ اسی طرح سینجینٹا کے نووارٹس (Novartis) اور زینیکا (Zeneca) جبکہ بائیر کا ایونٹس (Aventis) کے ساتھ الحاق سامنے آیا۔ 2009 میں کیمیائی اور دوا سازی کی چھ بڑی کمپنیاں بیج کی صنعت پر غالب نظر آئیں۔ ان کمپنیوں کے اتحاد کا مقصد زراعت کے شعبے میں بیج جیسے اہم عنصر کی جینیاتی انجینئرنگ کی تکنیک کے ذریعے افزائش کرنا تھا۔ مونسانٹو (Monsanto) نے جینیاتی انجینئرنگ کی بدولت زرعی شعبہ میں کئی غیر فطری طریقوں سے جینیاتی بیج کو فروغ دیا۔ اس کمپنی نے روایتی بیجوں کے بنیادی جرثوموں تک رسائی کے لیے متعدد بیج کمپنیوں کو اپنے ساتھ شامل کیا۔ بیج کے حوالے سے بڑی کمپنی کارگل جو کہ متعدد جینیاتی ٹیکنالوجی کی حامل کمپنی تھی، نے بین الاقوامی سطح پر اپنے بیجوں کا کاروباری حصہ مونسانٹو کو فروخت کردیا۔ 1999 میں مونسانٹو سے الحاق کے بعد ان دونوں کمپنیوں نے 50 ملین ڈالرز کے مشترکہ منصوبے شروع کیے۔ مونسانٹو نے کئی نئی چھوٹی اجناس اور سبزیوں کے بیج کی غیر ملکی کمپنیوں کو خرید کر سبزیوں اور اجناس کے غیر ملکی بیجوں کو فروغ دیا۔ 2004 میں مونسانٹو نے ایک کمپنی امریکن سیڈ (American Seed Inc) کے نام سے قائم کی جس کا مقصد روایتی بیجوں کے بنیادی جرثومہ سے مواد اٹھا کر کسانوں کے لیے نئے اقسام کے بیج کو تیار کرنا تھا تاکہ خود کو ان بیجوں کی ملکیت کا دعویدار ٹھہرایا جاسکے۔[17]

ای ٹی سی گروپ کے مطابق اس وقت عالمی سطح پر دس بڑی امریکی اور یورپی کمپنیاں مونسانٹو، ڈوپونٹ (DuPont)، سینجینٹا، گروپ لیماگرین (Groupe Limagrain)، لینڈولیکس (Land O' Lakes)، کے ڈبلیو ایس اے جی (KWS AG)، بائیر، ساکاٹا (Sakata)، ڈی ایل ایف ٹرائیفولیم (DLF-Trifolium) اور ٹاکی (Takii) بیج کے کاروبار پر قابض ہیں۔ عالمی منڈی میں ان دس بڑی کمپنیوں کا مجموعی منافع 14,785 ملین ڈالرز ہے جو عالمی بیج کی منڈی میں 67 فیصد کی حصہ دار ہیں۔[18]

عالمی منڈی میں ان دس بڑی کمپنیوں میں سے امریکی کمپنی مونسانٹو کا بیج کے کاروبار کی عالمی منڈی

میں 23 فیصد حصے ہے۔ اس کمپنی کا وسیع دائرہ کار 21,000 ہزار سے زائد ملازمین کے ساتھ دنیا کے مختلف خطوں کے 66 ممالک میں تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ بیج کا کاروبار کرنے والی دو بڑی کمپنیاں ڈوپونٹ 15 فیصد اور سوئٹزرلینڈ کی کمپنی سینجنٹا بیج کے کاروبار کی عالمی منڈی میں نو فیصد حصہ رکھتی ہے۔ یہ تین بڑی کمپنیاں مجموعی طور پر عالمی منڈی میں 82 فیصد بیج کے کاروبار پر حاوی ہیں۔ یہ کمپنیاں اپنی مصنوعات کے لیے مخصوص شناختی نشان (Logo) اور نام استعمال کرتے ہوئے اپنی اجارہ داری قائم کررہی ہیں۔ اسی لیے یہ کمپنیاں قطعی نہیں چاہتی کہ کسان اپنا روایتی بیج محفوظ کریں۔[19]

2008 میں عالمی غذائی بحران کی شدت کے ساتھ ہی بیج کا کاروبار کرنے والی ان کمپنیوں کے منافع میں خطرناک حد تک اضافہ دیکھنے میں آیا۔ اسی لیے 2008 میں مونسانٹو کمپنی کے منافع میں 42 فیصد اضافہ ہوا۔ ان کمپنیوں نے منڈی میں اپنی اجارہ داری قائم رکھنے کے لیے جینیاتی بیج کو غذائی بحران اور موسمیاتی تبدیلی کے حل کے طور پر پیش کیا ہے اور اس جینیاتی بیج کے ذریعے حکومت، کسانوں اور صارفین کو نامسائد موسمی حالات میں بھی زرعی پیداوار کا یقین دلایا گیا۔ مونسانٹو کے مطابق:

’’ہر کوئی تسلیم کرتا ہے کہ پرانے روایتی طریقہ کار اس قابل نہیں رہے کہ ان بدلتے موسمی حالات کا مقابلہ کرسکیں۔ ایسے میں صرف ایک امید مخصوص آب و ہوا کے لیے تیار کردہ جینیاتی بیج کی صورت میں نظر آتی ہے۔‘‘

جینیاتی تبدیلی کے حامل بیج پر دنیا کے کئی حصوں میں شدید تنقید پائی جاتی ہے۔ کئی سائنس دان جینیاتی بیج کے ماحول میں رہنے والے جانداروں پر اثرات کے لیے فکر مند ہیں۔ کسان دوست ماحول کے حامی گروہوں کا خیال ہے کہ مالکانہ حقوق کی حامل یہ جینیاتی ٹیکنالوجی موسمیاتی تبدیلی میں کسانوں کے لیے کبھی معاون ثابت نہیں ہوسکتی۔ دراصل اس جدید ٹیکنالوجی کا مقصد کارپوریٹ شعبے کی طاقت اور منافع بڑھاتے ہوئے کسانوں کا اپنے بیجوں کو محفوظ کرنے اور تبادلہ کرنے کے حق کا خاتمہ کرنا ہے۔[20]

1960 کی دہائی میں زراعت کے شعبے میں کھاد کو زائد پیداوار اور اعلی معیار کی فصل کے حصول کی غرض سے متعارف کرایا گیا۔ خاص کر ایشیاء اور لاطینی امریکہ کے زرعی شعبے میں صنعتی ترقی کے فروغ نے کھاد کی عالمی منڈی کو بھی بڑھاوا دیا۔ عالمی سطح پر ایشیائی خطے میں کھاد کا استعمال 65 فیصد ہے اور اس کی شرح میں مسلسل اضافہ دیکھنے میں آرہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 2008 میں عالمی سطح پر کھاد کی بڑھتی ہوئی مانگ نے کئی بین الاقوامی کھاد تیار کرنے والی صنعتوں کے لیے اس منڈی میں تجارتی دروازے کھولے۔

کھاد کی عالمی کمپنیوں میں ناروے کی یارا (Yara) کمپنی اس وقت یورپی منڈی میں 23 فیصد حصے کے ساتھ پہلے نمبر پر ہے۔ اس کمپنی نے 2010 میں امریکی کمپنی ٹیرا (Terra) کے ساتھ نائٹروجن کھاد کی پیداوار بڑھانے کے لیے 4.1 بلین ڈالرز کے بڑے معاہدے کیے۔[21] یارا کمپنی 50 ملکوں میں اپنے انتظامی امور کے ساتھ 120 ممالک میں کھاد کی درآمد کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہے اور عالمی سطح پر امونیا کی تیاری میں خاص صلاحیت کی حامل ہونے کے علاوہ امونیا کی تجارت کے ایک چوتھائی حصہ کی مالک بھی سمجھی جاتی ہے۔ کھاد کی تیاری میں نائٹروجن، فاسفورس، قدرتی گیس اور پوٹاشیم جیسے بنیادی اجزاء درکار ہوتے ہیں۔ اس لیے نائٹروجن کھاد کی پیداوار کے لیے قدرتی گیس کی دستیابی ضروری ہے۔ جبکہ قدرتی گیس کا حصول مشکل اور نسبتاً مہنگا تصور کیا جاتا ہے۔ اس لیے ملٹی نیشنل کمپنیاں ایسے علاقوں کو ترجیح دے رہی ہیں جہاں کم لاگت میں گیس کے ذخائر سے نائٹروجن کھاد تیار کی جاسکے۔ اس مقصد کے لیے یارا کمپنی نے لیبیا میں ایک مشترکہ منصوبے کے تحت قطر، روس اور الجیریا میں نئے امونیا پلانٹ کی تعمیر کے لیے معاہدے پر دستخط کیے ہیں۔[22]

عالمی سطح پر کھاد کا کاروبار کرنے والی دوسری بڑی امریکی کمپنی موزیک (Mosaic) کے نام سے 2004 میں قائم کی گئی۔ اس کمپنی کو فاسفیٹ کی تیاری میں 9.4 ملین ٹن اور پوٹاش کی تیاری میں 10.4 ملین ٹن کی صلاحیت کے ساتھ عالمی سطح پر دوسری بڑی کمپنی مانا جاتا ہے۔ اس کمپنی کا مقصد دنیا بھر کی اہم زرعی منڈیوں میں اپنی پیداوار کی کھپت کو یقینی بناتے ہوئے اپنے منافع کو بڑھانا ہے۔ مذکورہ کمپنی برازیل میں کھاد کے لیے خام مال فراہم کرنے والی کمپنی فوسفرٹیل ایس اے (Fosfertil S. A) میں 20 فیصد اثاثوں کے علاوہ

ارجنٹائین میں مخصوص اشیاء گرینیولیٹیڈ سنگل سوپر فاسفیٹ (Granulated Single Super Phospate) بنانے والے ایک پلانٹ کے 35 فیصد مالکانہ حقوق رکھتی ہے۔[23]

کھاد کی تیاری میں عالمی سطح پر کینیڈین کمپنی پوٹاش کارپوریشن (Potash Corporation) عالمی پوٹاش کی پیداواری صلاحیت میں 22 فیصد کی حصہ دار ہے۔ کھاد کی بڑھتی ہوئی عالمی طلب کو دیکھتے ہوئے کمپنی نے اپنی پیداواری صلاحیت 10.8 ملین ٹن سے بڑھا کر 2015 کے آخر تک 17.2 ملین ٹن تک لے جانے کی یقین دہانی کرائی ہے۔ اس حوالے سے خاص حکمت عملی کے تحت پوٹاش کا کاروبار کرنے والی چار غیر ملکی کمپنیاں عرب پوٹاش کمپنی (Arab Potash Company)، اسرائیل کیمیکل لمیٹڈ (Israel Chemical Ltd)، چلی سوسائٹڈ کیومیسیا (Chille Sociedad Quimicia)، سائینوفرٹ (Sinofert) میں مجموعی طور پر 90 فیصد سرمایہ کاری کر رہی ہے۔[24]

کھاد کے فصلوں میں استعمال سے ماحولیاتی نظام کو ناقابل تلافی نقصان کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ بڑے پیمانے پر کھاد کی تیاری میں استعمال کیے جانے والے فاسفیٹ کے ذخائر کا جلد خاتمہ ہو جائے گا۔ مصنوعی کھاد کے استعمال سے نائٹروجن کا مخصوص حصہ پودوں تک پہنچ پاتا ہے جب کہ اس کھاد کا بڑا حصہ مٹی اور پانی میں شامل ہوکر زمین کی زرخیزی کو ختم کرتا ہے۔ 2008 میں جریدے ''سائنس'' کے مطابق دنیا بھر کے تقریباً 400 ساحلی علاقوں میں آبی حیات کھاد کے زائد استعمال کی وجہ سے آکسیجن کی کمی کا شکار ہوکر مردہ پائی گئی۔[25]

کھاد سے جہاں ماحولیاتی نظام پر اثرات مرتب ہوتے ہیں وہی کسانوں کی زندگی پر بھی اس کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ ملٹی نیشنل کمپنیوں کے تیار کردہ ہائی برڈ اور جینیاتی بیجوں کی کاشت کے لیے کسانوں کو کھاد کا استعمال کرنا پڑتا ہے کیونکہ ان بیجوں کو پیداوار کے لیے کھاد اور ادویات جیسے لوازمات کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسان ان کمپنیوں کے بیج بازار سے خرید کر کھاد اور ادویات کی مد میں ہونے والے اخراجات کی وجہ سے قرض کے بوجھ تلے دب جاتا ہے اور زندگی گزارنے کے لیے بنیادی ضروریات تک حاصل نہیں کر پاتا۔ درحقیقت یہ منافع کھاد تیار کرنے والی کمپنیاں جمع کرتی ہیں اور کسان آبادیاں قرض کے بوجھ تلے بھوک اور افلاس کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ اس کی ایک مثال پاکستان میں کھاد تیار کرنے والی کمپنی اینگرو کارپوریشن ہے جس نے 2013

کے پہلے چھ مہینوں میں 3.83 ارب روپے کا ریکارڈ منافع حاصل کیا۔[26] منافع میں یہ اضافہ کھاد کی بڑھتی ہوئی قیمتوں کی وجہ ہوا ہے۔ پچھلے کچھ سالوں میں ڈی اے پی کی قیمت 4,000 روپے فی بوری سے زیادہ رہی جو اس سال 4,500 سے 5,500 روپے فی بوری ہے۔

زرعی زہر کا بطور صنعت فروغ

صنعتی زراعت کے فروغ کے ساتھ ہی کیڑے مار زہر بھی ایک بڑے کاروبار کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ اس وقت دنیا کی دس بڑی بین الاقوامی کمپنیاں بائیر، سینجینٹا، بی اے ایس ایف، ڈاؤ ایگرو سروسز (Dow Agro Services)، مونسانٹو، ڈوپونٹ، میکتیشم آگان (Makhteshim Agan)، نوفان (Nufan)، سمیتو کیمیکل (Sumito Chemical)، آریسٹا لائف سائنس (Arysta Life Science) زرعی ادویات کی 89 فیصد منڈی پر قابض ہیں۔ جبکہ ان دس کمپنیوں میں سے چھ بڑی کمپنیوں کا بیج اور زرعی زہر کی عالمی منڈی کے 75 فیصد حصے پر بھی قبضہ ہے۔ ان کمپنیوں میں بائیر، سینجنٹا، بی اے ایس ایف، ڈوپونٹ، ڈاؤ ایگرو سائنس اور مونسانٹو شامل ہیں۔[27]

مختلف زرعی شعبوں پر اجارہ داری

عالمی سطح پر جرمن کمپنی بائیر زرعی ادویات میں پہلی بڑی اور بیج کی صنعت میں ساتویں بڑی کمپنی تسلیم کی جاتی ہے۔ یہ کمپنی زرعی ادویات کی عالمی منڈی میں 19 فیصد کی حصہ دار ہے۔ 2007 میں اس کمپنی کی فروخت 7,458 ملین ڈالرز ریکارڈ کی گئی۔ بیج کا کاروبار کرنے والی تیسری بڑی کمپنی سینجینٹا عالمی زرعی ادویات کی منڈی کے 19 فیصد حصے پر قابض دوسری بڑی کمپنی مانی جاتی ہے۔ جبکہ جرمنی کی بی اے ایس ایف تیسری بڑی کمپنی مانی جاتی ہے جو زہریلی ادویات کی عالمی منڈی میں 11 فیصد کی حصہ دار ہے۔[28]

بیج کی صنعت اور زرعی شعبے میں کیڑے مار ادویات پر قبضے سے ان بڑی کمپنیوں کے منافع میں اضافہ ہوتا جارہا ہے 2011 کے بعد سے ان زرعی ادویات کی کمپنیوں کے منافع میں 10 فیصد اضافہ دیکھنے میں

آیا ہے۔ یہ کمپنیاں دنیا کے خوراک کے نظام پر اجارہ داری قائم کرنے اور کسانوں کی بیج پر سے ملکیت کے خاتمے کے لیے مضبوط حکمت عملی کے ساتھ کام کر رہی ہیں۔[29]

مختلف ممالک میں لاکھوں کسان ہر سال زرعی ادویات کے زہر کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ زرعی ادویات انسانی صحت کے ساتھ آب و ہوا اور ماحول کے لیے بھی نقصان کا باعث ہیں۔ دوسرے لفظوں میں کیڑے مار ادویات کا استعمال خودکشی کرنے کے مترادف ہے کیونکہ تقریباً ہر سال ترقی پذیر ممالک کے دیہی علاقوں کے 37,000 ہزار لوگ زرعی زہر کے استعمال سے بیماریوں کا شکار ہو کر موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ ان زہریلی ادویات کے بدولت زمین میں پائے جانے والے ماحول دوست کیڑے اور جڑی بوٹیاں تباہی کا شکار ہو جاتی ہیں۔ مال مویشیوں کا ادویات سے متاثرہ خوراک لینا بیماریوں کا سبب بنتا ہے۔[30]

عالمی سطح پر خوراک کی خوردہ فروش کمپنیاں

عالمی سطح پر امریکی اور برطانوی خوردہ فروش (ریٹیلر) کمپنیاں وال مارٹ (Walmart)، کیئرفور (Carrefour) اور ٹیسکو (Tesco) کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ کئی دہائیوں بعد ان دیوہیکل خوردہ فروش کمپنیوں نے صنعتی خوراک کے شعبے میں طاقتور جگہ بنالی ہے۔ ان تین بڑی کمپنیوں سے حاصل ہونے والا منافع مجموعی طور پر دس خوردہ فروش کمپنیوں کے مقابلے میں 50 فیصد زیادہ ہے۔ امریکی کمپنی وال مارٹ عالمی سطح پر خوراک کی خوردہ فروش کمپنیوں میں پہلی بڑی کمپنی شمار کی جاتی ہے۔ یہ کمپنی 379 بلین ڈالرز منافع اور دو ملین سے زائد ملازمین پر مشتمل ہے۔[31] حاصل کردہ منافع کے سبب والٹن خاندان 150 ارب ڈالر کی اثاثے کا مالک ہے۔ والٹن خاندان کے مالکان میں سے ایک خاتون کی ایک سیکنڈ کی آمدنی بنگلہ دیش میں فیکٹریوں سے وابستہ ایک عورت کی پورے سال کی کمائی کے برابر ہے۔[32]

دنیا بھر کی 500 بڑی کارپوریشنوں کی سالانہ درجہ بندی کرنے والے امریکی جریدے فارچیون گلوبل 500 (Fortune Global 500) کے مطابق وال مارٹ کو بڑی عالمی تیل بنانے والی کمپنیوں کے مقابلے میں اول درجہ حاصل ہے۔[33] یہ کمپنی خوراک کے اہم جز گوشت (مرغی، مچھلی)، اجناس اور مشروبات

کے علاوہ شیر خوار بچوں اور جانوروں کی خوراک تیار کر کے فروخت کرنے کا کام کرتی ہے۔ اس امریکی کمپنی کی اجارہ داری نے بہت سی خوراک کی کمپنیوں میں مقابلہ کی فضا پیدا کی جس کے نتیجے میں بہت سے کریانہ اسٹور ترتیب وار سامنے آنا شروع ہوئے۔ وال مارٹ چونکہ بہت بڑے پیمانے پر خریداری کرتی ہے اس لیے وہ ترسیل کاروں کو حکم دینے اور تیار کنندگان پر دباؤ ڈالنے کی طاقت بھی رکھتی ہے جب تک کہ وہ اس کے معیارات پر پورا نہیں اترتے۔

اس طرح کی کمپنیوں کے نقصانات ہمیں واضح طور پر نظر آتے ہیں۔ جن میں مزدوروں کو کم اجرت فراہم کرنا، عالمی منڈیوں میں قیمتوں پر سٹے بازی، مہنگائی، مزدوروں کے قوانین کو نظر انداز کرنا اور عورتوں کے ساتھ امتیازی سلوک اور معاشرہ کو مختلف طبقات میں بانٹنا شامل ہے۔[34]

ملٹی نیشنل کمپنیوں کا وجود درحقیقت تیسری دنیا کے وسائل کو ہتھیانے اور مزدوروں کے استحصال کی وہ سازش تھی جو سولہویں صدی سے شروع ہوئی اور آج اکیسویں صدی میں اپنی جڑیں مضبوط کیے ہوئے ہے۔ گزشتہ چند دہائیوں میں ان کمپنیوں کے دائرہ کار اور پسماندہ ملکوں میں لوٹ مار کا بازار گرم کرنے کی صلاحیت میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ ان کارپوریشن کا حجم اور عالمی منڈی میں اہم شعبہ جات پر قائم اجارہ داری کے سبب ان کے مفادات کو روکنے کے لیے تیسری دنیا کے ممالک عالمی اداروں کی پرزور کوشش کے نتیجہ میں قومی سطح پر کمپنیوں کے مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے پالیسی اور قانون سازی میں مصروف ہیں۔ قانونی اصلاحات کو اکثر کارپوریٹ گورننس کا نام دیا جاتا ہے۔ اس کے باوجود کہ کمپنیوں کی طاقت بے تحاشہ ہے۔ عوامی احتجاج اور منظّم مزاحمتوں نے کمپنیوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور بھی کیا ہے۔ نا صرف انسان بلکہ پوری دنیا اور ماحولیات کے بچاؤ کے لیے اشد ضروری ہے کہ ان کمپنیوں کے بنائے ہوئے کالے قوانین اور عوام دشمن سرگرمیوں مونہ توڑ جواب دیا جائے۔

حوالہ جات

1. Sayeed, Azra Talat. "The Impact of General Agreement on Tariffs And Trade on the pharmaceutical sector in the third world." University of Minnesota. 1995, pp. 16,17.

2. Korten, David, C. ‘’When corporations rule the world.’’ India, The Other Press. 1995, p. 249.
3. “Multinational Corporations.” Accessed from https://www.boundless.com/sociology/textbooks/bound less-sociology-textbook/global-stratification-and-inequality-8/stratification-in-the-world-system-69/multinational-corporations-407-3428/
4. Encyclopaedia Britannica. ‘’East India Company.’’ Accessed from http://www.britannica.com/EBchecked/topic/176643/East-India-Company
5. Barnet, Richard, J. & Muller, Ronald, E. ‘’Global reach: the power of the multinational corporations.’’ New York, Simon And Schuster. 1974, p. 363.
6. Korten, David, C. ‘’When corporations rule the world.’’ 1995, p. 54.
7. Tedlow, Richard, S. “The rise of the ameican business corporation.” Accessed from https://books.google.com.pk/ books?id=GiCka7Lg1SwC&pg=PA64&lpg=PA64&dq=america+ rise+as+a+business+corporation&source=bl&ots=ET9Ub SV33E&sig=oRkSA4Psp04dWFVWwTZcOQ55nDM&hl=en&sa= X&ei=q3eaVK7NNoOyuQTz5YLACQ&ved= 0CCkQ6AEwAg#v=onepage&q=america%20rise%20as%20 a%20business%20corporation&f=false
8. Korten, David, C. ‘’When corporations rule the world.’’ 1995. p. 55.
9. Ibid. p. 59.
10. Werhane, Patricia, H. “Person, Rights and Corporations.” Loyala University of Chicago, 1985.
11. Korten, David, C. ‘’When corporations rule the world.’’ 1995, p. 53.
12. Jed, Greer & Singh, Kavaljit.” A brief history of transnational corporations.” 2000. Accessed from https://www.globalpolicy. org/empire/47068-a-brief-history-of-transnational-corporations.html.
13. Petras, James & Veltmeyer, Henry. “Globalization unmasked.” Madhyam Books. 2001, pp. 17, 18.
14. Barnet, Richard, J. & Muller, Ronald, E. ‘’Global reach: the power of the multinational corporations.’’ p. 363.
15. Korten, David, C. ‘’When corporations rule the world.’’ 1995, pp. 220, 221.
16. Ibid.
17. Howard, Philip, H. “Visualizing Consolidation in the Global Seed Industry: 1996-2008.” 8 December, 2009.
18. ETC Group, “Who Owns Nature? Corporate Power and the Final Frontier in the Commodification of Life.” November, 2008, Accessed from www.etcgroup.org/files/publication/707/01/etc_won_report_final_color.pdf
19. Ibid.
20. Ibid.
21. The Economist,” Mergers in the fertiliser industry a growth business.” February 2010, Accessed from http://www.economist.com/node/15549105

22. Arovuori, Kyosti and Karikallio, Hanna, "Consumption patterns and competition in the world fertilizer markets." June. 2009. Accessed from http://www.eoq.hu/iama/conf/1035_paper.pdf
23. Ibid.
24. Ibid.
25. Eco nexus, "Agropoly: A handful of corporations control world food production." September, 2013. Accessed from http://www.econexus.info/sites/econexus/files/Agropoly_Econexus _BerneDeclaration.pdf.

26۔ حال احوال، روٹس فار ایکوٹی، 2013

27. ETC Group, "Who Owns Nature? Corporate Power and the Final Frontier in the Commodification of Life." November, 2008.
28. Pesticide Action Europe, "Is the Pesticide Industry really serious about their slogan? Time to change: accepting the challenge." Accessed from http://www.pan-europe.info / Resources/Briefings/PANE%20-%202013%20-%20Is% 20the%20Pesticide%20Industry%20really20serious%20about %20their%20slogan.pdf.
29. Ibid.
30. Eco nexus, "Agropoly: A handful of corporations control world food production." September, 2013. Accessed from http://www.econexus.info/sites/econexus/files/Agropoly _Econexus_BerneDeclaration.pdf.
31. ETC Group, "Who Owns Nature? Corporate Power and the Final Frontier in the Commodification of Life." November, 2008.
32. Asia Pacific Women Law and Development, "The Road to Development Justice." Accessed from http://apwld.org/the-road-to-development-justice.
33. Eco nexus, "Agropoly: A handful of corporations control world food production." September, 2013.
34. Ibid.

نیسلے پاکستان کا جائزہ

تحریر: محمد مجتبیٰ

تعارف

انسانی تاریخ جب اس نہج پر پہنچی کہ ایک خطے کے باشندوں کو دور دراز علاقوں کے رہائشی باشندوں سے اپنی ضروریات زندگی کے حصول کے لیے میل ملاپ اور تجارت کو فروغ دینا پڑا تو اس کام کو پیشہ ورانہ انداز میں سر انجام دینے والا طبقہ نمودار ہوا جو کہ تاریخ میں تاجر یا مرچنٹ کے نام سے رقم ہوا۔ انہی تاجروں نے بعد میں چھوٹے کارخانوں سے شروعات کی اور وقت کے ساتھ ساتھ بین الاقوامی سطح پر ان کمپنیوں کی اجارہ داری قائم کر کے دھیرے دھیرے دنیا کے تمام تر وسائل اور ذخائر پر قابض ہوتے چلے گئے۔

نیسلے ان ہی بین الاقوامی کمپنیوں میں سے ایک ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں نیسلے سے متعلق چند معلومات کو زیر بحث لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

نیسلے کیا ہے؟

تقریباً ڈیڑھ سو سالہ[1] نیسلے سوئٹزرلینڈ کے شہر ویوے (Vevey) میں صدر دفتر رکھنے والی خوراک اور مشروبات خاص کر دودھ اور اس کی مصنوعات بنانے والی بین الاقوامی کمپنی ہے جو کہ آمدنی کے لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑی خوراک کی کمپنی[2] اور عمومی عالمی درجہ بندی میں 70 ویں نمبر پر ہے۔[3] نیسلے کی دنیا کے 194 ممالک میں 447 فیکٹریاں اور تقریباً 339,000 ملازمین ہیں۔[4] 2011 میں نیسلے کے چیئرمین پیٹر برابیک نے ایک انٹرویو کے دوران کہا کہ ''نیسلے کی 2011 میں منڈی میں سرمایہ 200 بلین امریکی ڈالرز سے زیادہ تھا جبکہ صرف 29 مصنوعات کمپنی کو سالانہ ایک بلین امریکی ڈالرز سے زیادہ کما کر دیتی ہیں۔ نیس کیفے کی ایک مخصوص ڈولچے گسٹو (Dulche Gusto) نامی کافی نے صرف تین سال میں 2011 تک کمپنی کو 500 ملین ڈالرز سے زائد کا منافع کما کر دیا تھا''۔[5] 2004 میں اقوام متحدہ کی کانفرنس برائے تجارت و ترقی (United Nations

Conference on Trade and Development) نے نیسلے کو پوری دنیا میں اپنی وسعت اور پھیلاؤ کے اعتبار سے دنیا کی تیسری بڑی کمپنی کا درجہ دیا۔[6]

نیسلے پاکستان

نیسلے پاکستان، نیسلے کی ذیلی کمپنی ہے جو کہ کراچی اور لاہور کے حصص بازار (اسٹاک ایکسچینج) میں اندراج رکھتی ہے۔ 1988 میں نیسلے نے پاکستان میں ملک پیک لمیٹڈ کے ساتھ مل کر کام شروع کیا اور 1992 میں اسکے انتظامی امور مکمل طور پر حاصل کر لیے۔[7] نیسلے پاکستان کے کارپوریٹ دفاتر کراچی اور لاہور میں قائم ہیں جبکہ علاقائی دفاتر کوئٹہ، حیدرآباد، لاہور، گجرانوالہ، فیصل آباد، ملتان، جہلم، پشاور اور اسلام آباد میں ہیں۔ نیسلے پاکستان کی فیکٹریاں شیخوپورہ، کبیروالا، کراچی اور اسلام آباد میں قائم ہیں۔[8] ضلع خانیوال میں کبیر والا فیکٹری نیسلے کی دنیا کی سب سے بڑی دودھ کو خام مال کے طور پر استعمال کرنے والی فیکٹری ہے۔ نیسلے پاکستان، صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ میں اپنے سب سے بڑے دودھ اکٹھا کرنے کے نظام کی بدولت تقریباً ایک لاکھ نوے ہزار کسانوں سے دودھ اکٹھا کر رہی ہے۔ 1988 سے 2010 تک 22 سالوں میں نیسلے پاکستان نے 50 بلین روپے سے زیادہ کی سرمایہ کاری کی جبکہ اس کی صرف 2010 کی فروخت 51 بلین روپے کی تھی۔[9]

نیسلے پاکستان کی مختصر تاریخ نکات کی صورت میں پیش کی جارہی ہے۔[10]

- 1979 ملک پیک لمیٹڈ کی بنیاد سید بابر علی نے رکھی اور ڈبا بند، ملائی، مکھن اور پھلوں کے جوس وغیرہ بنانے شروع کیے۔
- 1981 ملک پیک لمیٹڈ نے شیخوپورہ فیکٹری میں ڈبا بند (UHT) دودھ کی پیداوار شروع کی۔
- 1988 نیسلے نے ملک پیک لمیٹڈ کے 40 فیصد حصص (شیئرز) خرید لیے۔
- 1990 شیخوپورہ فیکٹری میں نیسلے کے خشک دودھ نیڈو اور دلیے (سیریلز) کی پیداوار شروع ہوئی۔ اس کے علاوہ کبیر والا میں بھی ایک نیا پلانٹ لگایا گیا۔

- 1992 نیسلے نے ملک پیک لمیٹڈ کمپنی کے انتظامی امور حاصل کیے اور دودھ اکٹھا کرنے کا لائحہ عمل کو ترتیب دیا۔میگی نوڈلز کا پلانٹ کبیر والا فیکٹری میں لگایا گیا۔
- 1993 نیسلے، ملک پیک کولیکر برآمدی منڈی میں داخل ہوا اور بیرون ملک متحدہ عرب امارات، برطانیہ، ریاست ہائے متحدہ امریکہ، سری لنکا، ملائیشیا، بنگلہ دیش اور افغانستان سمیت وسطی ایشیا کے دیگر ممالک تک اپنی مصنوعات کی منڈی بڑھائی۔[11]
- 1996 ملک پیک لمیٹڈ کا نام نیسلے ملک پیک لمیٹڈ سے تبدیل ہوا۔
- 1997 کبیر والا پلانٹ مکمل طور پر نیسلے پاکستان نے حاصل کرلیا۔
- 1998 نیسلے کا پانی پیور لائف کے نام سے متعارف ہوا۔
- 1998 نیسلے ٹھیکیداروں کے بجائے کسانوں سے براہ راست دودھ اکٹھا کرنے کے قابل ہوا۔
- 2001 نیسلے پاکستان نے فانٹالیا (Fontalia) اور آوا (AVA) نامی پانی کی کمپنیاں حاصل کر لیں جو کہ گھروں اور دفاتر میں پانی پہنچانے میں ماہر سمجھی جاتی تھیں۔
- 2004 افغانستان نیسلے پاکستان کی مصنوعات کا چوتھا فروخت کا مرکز بن گیا۔
- 2005 نیسلے ملک پیک لمیٹڈ کا نام نیسلے پاکستان لمیٹڈ ہوگیا۔ ساتھ ہی دنیا بھر میں موجود نیسلے کی باقی کمپنیوں سے تعاون اور معلومات کی فراہمی کا باقاعدہ سلسلہ بھی شروع ہوا۔
- 1990 سے 1998 کے دوران نیسلے کی پیور لائف سمیت 21 مصنوعات منظر عام پر آئیں۔[12]

پاکستان میں نیسلے کی مصنوعات

یوں تو نیسلے پاکستان میں کئی مصنوعات کا کاروبار کرتی ہے مگر کچھ مصنوعات پاکستانی منڈی اور صارفین میں بہت مقبول ہیں جن میں سے چند اہم مصنوعات کو تحریر ھذا میں زیر بحث لایا جارہا ہے۔

پاکستان میں نیسلے کے ڈبا بند دودھ، خشک دودھ، ملائی، دہی اور رائتہ شہروں کے ساتھ ساتھ دیہاتوں میں بھی مقبول ہیں جو کہ مختلف حجم (سائز) میں فروخت کیے جاتے ہیں اور جنکی علیحدہ علیحدہ توجیحات اور استعمال واضح ہیں۔ نیسلے جب کسانوں سے دودھ لیتی ہے تو اس میں چکنائی کی مطلوبہ مقدار کی تصدیق کے لیے دودھ میں موجود چکنائی کی جانچ کرتی ہے تاکہ خود ملائی الگ کر کے علیحدہ ڈبوں میں ایک الگ شہ کے طور پر فروخت کر سکے۔ نیسلے ملائی میں 30 فیصد چکنائی ہوتی ہے۔[13] قارئین کی معلومات کے لیے جدول 1 میں نیسلے کی چند

جدول 1

نام	وزن	قیمت	استعمال
ملک پیک	1 پاؤ	30[14]	متعدد
	1 لیٹر	110[15]	
نیس ویٹا کیلشیم پلس	200 ملی لیٹر	30	کیلشیم کی کمی کے لیے
	1 لیٹر	140	
ایوری ڈے	1 کلو	700	چائے کے لیے
نیڈو	1 کلو	1000	بچوں کے لیے
بے بی ملک	400 گرام	435	نومولود بچوں کے لیے
آل-110		850	
ملائی	200 ملی لیٹر	75	متعدد
دہی	400 گرام	95	
		105	
زیرہ رائتہ	250 گرام	70	بطور رائتہ
پودینہ رائتہ			

دودھ کی مصنوعات بمعہ قیمت دی جارہی ہیں۔

نیسلے پانی

نیسلے کا پانی ''پیور لائف'' کے نام سے بازار میں دستیاب ہے جو کہ دنیا کے پانچ براعظموں کے 32 ممالک میں فروخت ہوتا ہے۔ پاکستان میں نیسلے پیور لائف برانڈ (جدول2) 1998 میں متعارف ہوا۔[16] 2003 میں متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب برآمد شروع ہوئی۔[17] 2002 میں نیسلے نے اپنے پانی کے کاروبار کو''نیسلے واٹرز'' (نیسلے پانی) کا نام دیا جو کہ 2005 تک دنیا کے 130 ممالک میں 77 مختلف ناموں کے ساتھ موجود تھا جیسے کہ پاکستان میں نیسلے کا پانی پیور لائف کے نام سے جانا جاتا ہے۔ نیسلے واٹرز نیسلے کی تمام مصنوعات کی مجموعی فروخت کا دس فیصد حصہ تھا۔[18] 2014 میں بوتل بند پانی کی فروخت میں نیسلے بوتل کا حصہ 54 فیصد تھا۔[19] پاکستان میں بوتل بند پانی کی منڈی کی سالانہ بڑھوتری 40 فیصد تھی جو 2000 میں نیسلے کا پانی آنے کے بعد دنیا کی سب سے تیز ترین اضافے کے ساتھ 140 فیصد ہوگئی۔[20]

جدول 2

نام	وزن	قیمت	استعمال
پانی[21]	500 ملی لیٹر	25	پینے کے لیے
	1.5 لیٹر	50	
	5 لیٹر	140	

نیسلے جوس

نیسلے نے دیگر غذائی اشیاء اور مشروبات کے علاوہ پھلوں کے رس یا جوس کے کاروبار میں بھی اپنا حصہ ڈالا۔ نیسلے کی کئی مشروبات منڈی میں دستیاب ہیں جن میں سے چند کے نام بمعہ قیمت جدول (جدول3) کی صورت میں دیے جارہے ہیں۔ ان کے علاوہ نیسلے آم کا شربت (Nestle Mango Drink) اور نیسلے کینو آم

کا شربت (Nestle Orange Mango Drink) و دیگر بھی منڈی میں دستیاب ہیں۔[22]

جدول 3

نیسلے فروٹا وائٹلز	کینو	1 لیٹر	200
	انار		
	سیب		150
	چونسا آم		
مائلو		200 ملی لیٹر	35
نیس فروٹا سیب		1 لیٹر	100

میگی نوڈلز

میگی نوڈلز نیسلے کی ایک اور اہم پیداوار ہے جو 1947 سے پہلے ایلی منٹا نا ایس اے (میگی) {Alimentana S. A (Maggi)} نامی کمپنی نے بنائی تھی۔ 1947 میں نیسلے نے اس کمپنی سے الحاق کیا تو میگی نوڈلز نیسلے کے نام سے فروخت ہونے لگا۔[23] میگی نوڈلز پاکستان میں پچھلے 20 سالوں سے دستیاب ہے جس میں اب کئی طرح کے ذائقے بھی آنے لگے ہیں۔میگی نوڈلز کا ذائقہ پیکٹ میں شامل مصالحے سے بنتا ہے۔میگی نوڈلز کی قیمت 15 سے 25 روپے کے درمیان ہے۔

دودھ کا حصول

نیسلے اپنی دودھ سے بنی مصنوعات کے لیے دودھ عام اور چھوٹے کسانوں سمیت ڈیری فارمز سے حاصل کرتا ہے۔کسانوں اور ڈیری فارمز سے دودھ حاصل کرنے کے طریقے کار کو سمجھنے کے لیے نیسلے اور دیگر کمپنیوں کو دودھ فراہم کرنے والے چھوٹے کسانوں اور ڈیری فارم کے رکھوالوں سے رابطہ کیا گیا جس کے لیے صوبہ

پنجاب کے ضلع ساہیوال، ضلع ملتان، ضلع رحیم یار خان، ضلع مظفر گڑھ اور ضلع راجن پور کے علاوہ صوبہ سندھ کے ضلع بدین کے دیہاتوں میں چھوٹے کسانوں اور دیگر ڈیری فارمز میں کام کرنے والے مزدوروں سے معلومات حاصل کی گئیں۔ ان کسانوں سے حاصل کردہ معلومات مختصراً درج ہیں:

دودھ کی پیداوار

انسان صدیوں سے گائے، بھینس، بکری اور اونٹنی کے دودھ سے استفادہ حاصل کرتا رہا ہے مگر حالیہ دور میں عمومی طور پر گائے اور بھینس کے دودھ نے تجارتی حیثیت اختیار کی تو انسانی توجہ کا مرکز بھی یہی دو جانور بن گئے۔ بھینس اور گائے کے دودھ دینے کے دورانیے اور مقدار میں نسل، صحت، عمر اور خوراک کی وجہ سے فرق پڑتا ہے۔ ایک عام بھینس عموماً دو سے پانچ کلو دودھ ایک وقت میں دیتی ہے جبکہ بھوری نسل کی بھینس دگنا دودھ بھی دے سکتی ہے۔ دودھ کی پیداوار کے حوالے سے ساہیوال نسل، پنجاب نسل سے قدرے زیادہ دودھ دیتی ہے۔ بھینس کی دودھ کی پیداوار کو بڑھانے کے لیے اسے ''خوش'' رکھنا بھی ضروری ہے جس سے مراد اس کو روزانہ کی بنیاد پر نہلانا، ٹھنڈی جگہ پر رکھنا شامل ہے۔[24]

کسانوں سے کی گئی بات چیت سے سمجھ میں آیا کہ جیسے جیسے سرمایہ داری نظام کے تحت دودھ منڈی میں بکنے والی شہ بنتی گئی ویسے ویسے دودھ کی پیداوار بڑھانے کے لیے غیر قدرتی طریقہ کار استعمال کیا جانے لگا۔ اس مقصد کے لیے خوراک میں چارے، کھل، توڑی، ونڈا اور شیرہ کے ساتھ یوریا بھی شامل کیے جانے لگا جس کی ترغیب یو ایس ایڈ کی مالی امداد سے چلنے والا ڈیری اینڈ ڈیولپمنٹ فاؤنڈیشن (DRDF) خود دیتا ہے اور ساتھ ہی یہ ہدایات بھی ہیں کہ زیادہ نہ کھلائیں کیونکہ جانور مر بھی سکتا ہے۔[25] اس کے علاوہ دودھ کی غیر قدرتی پیداوار حاصل کرنے کے لیے شیرہ میں یوریا ملانا خود کمپنی والے بھی تجویز کرتے ہیں۔ دودھ کی پیداوار میں اضافے کے لیے غیر ملکی نسل کی گائے اور بھینسوں کی درآمد بھی جاری ہے۔ بڑے پیمانے پر کاروبار کرنے والے ہولسٹائن نسل کے جانوروں کو آسٹریلیا سے درآمد کر رہے ہیں اور جدید طریقوں پر دودھ کی پیداوار اور اس کا کاروبار کر رہے ہیں۔ ان جانوروں کی دیکھ بھال کے لیے خاطر خواہ انتظامات کرنے کے

ساتھ ساتھ ان کی خوراک و ادویات کا بھی خاص خیال رکھنا، گرمی سے بچاؤ کے لیے روم کولر اور پانی کے فواروں کا بھی استعمال کرنا پڑتا ہے۔ اسکے علاوہ افزائش نسل کے لیے اب مصنوعی طریقہ کار (artificial insemination) بھی استعمال کیا جارہا ہے جس کے تحت مقامی جانوروں کی افزائش نسل غیر ملکی جانوروں کے مادہ منویہ سے کی جارہی ہے۔[26]

دیہاتوں میں کمپنیوں کے انتظامات

نیسلے کے ساتھ ساتھ دیگر کمپنیوں نے بھی دیہاتوں میں جگہ جگہ اپنے کلیکشن سینٹر (دودھ جمع کرنے کے مخصوص مقامات) بنا رکھے ہیں جہاں کسان دودھ فروخت کرتے ہیں۔ پاکستان میں ان کلیکشن سینٹرز کی تعداد 3,500 اور چلنگ سینٹرز (دودھ کو ٹھنڈا رکھنے کی مشین کے مقامات) کی تعداد 3,300 تک ہے۔[27] جن کسانوں کی دودھ کی پیداوار کم ہوتی ہے یا وہ کمپنی کے کلیکشن پوائنٹ سے دور رہتے ہیں وہ اکثر اپنا دودھ دودھیوں کو دے دیتے ہیں جو ان سے 40 سے 45 روپے فی لیٹر خرید کر کمپنی کو کم و بیش 48 روپے فی لیٹر فروخت کردیتے ہیں جبکہ ڈیری فارمز پر کمپنی کی گاڑی دودھ اکھٹا کرنے آتی ہے۔ نیسلے ڈیری فارمز کو ایک لیٹر دودھ کی قیمت 55 سے 60 روپے کے درمیان ادا کرتی ہے۔ کلیکشن سینٹر اور ڈیری فارمز سے کمپنی کی گاڑی اپریل تا ستمبر صبح 9 بجے سے اور شام 8 بجے سے جبکہ اکتوبر تا مارچ صبح 10:30 بجے سے اور شام 7:30 بجے سے دودھ اکٹھا کرتی ہے۔

دودھ کے بنیادی ٹیسٹ

کمپنیوں کے منتخب کردہ کلیکشن پوائنٹ پر موجود کمپنی کے تنخواہ دار ملازم کسانوں اور دودھیوں سے دودھ خریدتے وقت کئی بنیادی ٹیسٹ کرتے ہیں۔[28] کسان سے حاصل کردہ دودھ جب ان ٹیسٹ پر پورا نہیں اترتا تو کسان کو دودھ واپس کردیا جاتا ہے۔ کسانوں سے بات چیت کے دوران یہ بھی معلوم ہوا کہ کچھ جگہوں پر کم معیار کا دودھ کم قیمت میں خرید لیا جاتا ہے۔

دودھ کی کھپت

گیلپ اور گیلانی کا قومی سروے 2011 کے مطابق باقی کمپنیوں کے مقابلے نیسلے کا ڈبا بند دودھ کی فروخت میں حصہ 25 فیصد ہے۔[29] اس سروے کے مطابق صرف 10 فیصد صارف خاندان یومیہ تین کلو سے زیادہ دودھ استعمال کرتے ہیں باقی 90 فیصد صارف خاندان یومیہ تین کلو سے کم دودھ استعمال کرتے ہیں۔[30]

نیسلے پاکستان کے معاہدے

اب نیسلے پاکستان کے کچھ سرکاری اور غیر سرکاری اداروں سے معاہدوں اور مشترکہ منصوبوں کا ذکر کرتے ہیں۔

نیسلے اور پرائم منسٹرز یوتھ بزنس لون (PMYBL) کا اشتراک

23 مئی، 2015 کو پاکستان کے ایک انگریزی اخبار ''دی نیوز'' میں وزیراعظم کی کاروباری قرضے کی اسکیم اور نیسلے کے باہمی تعاون کے متعلق ایک خبر شائع ہوئی جس کا براہ راست تعلق یہاں کے مویشی پالنے والے کسانوں سے ہے۔ اس خبر کے مطابق نیسلے پاکستان کے مینجنگ ڈائریکٹر مگڈی بتاتو (Magdi Batato) اور نیشنل بنک آف پاکستان کے صدر سید احمد اقبال اشرف نے مفاہمت کی ایک یادداشت پر دستخط کیے جس کے تحت منصوبے کے پہلے مرحلے میں 21 سے 45 سال کی عمر کے مویشی پالنے والے کسان اپنے موجودہ کاروبار میں اضافے یا نئے کاروبار کے آغاز کے لیے نیشنل بینک کو قرضے کے لیے درخواست دے سکیں گے۔ کمپنی مستقبل میں مزید کسانوں کو بھی یہ سہولت فراہم کرنے کے لیے پرعزم ہے۔ یہ اشتراک نوجوانوں کو ذاتی روزگار کی فراہمی کے لیے قرض فراہم کرکے روزگار کے مواقع پیدا کرنے میں مددگار ہوگا جس کے نتیجے میں نوجوان نیسلے کو دودھ فروخت کرسکیں گے۔[31]

چونسا مینگو پروجیکٹ[32]

نیسلے پاکستان اور آسٹریلیا پاکستان ایگریکلچر سیکٹر لنکجز پروگرام (Australia-Pakistan Agriculture Sector

(Linkages Program/ASLP کے باہمی اشتراک سے پاکستان میں چونسا آم کی پیداوار کا منصوبہ جاری ہے جس میں حکومت پاکستان کا تعاون بھی شامل ہے۔ اس منصوبے کے لیے مالی تعاون آسٹریلین سینٹر برائے بین الاقوامی زرعی تحقیق (Australian Centre for International Agricultural Research) کررہا ہے۔ اس منصوبہ کا مقصد جامعات اور تحقیقی اداروں کی جانب سے مقامی آم کے کاشتکاروں کو تربیت دینا اور آم کی پیداوار کو برآمدی حیثیت میں بڑھانا ہے۔ 2014 میں اس منصوبے کو مظفر گڑھ، رحیم یار خان، خانیوال اور ملتان میں بڑھایا گیا۔ ملتان میں یہ منصوبہ ابھی چار مختلف مقامات پر جاری ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

- ہیڈ محمد والا۔
- امتیاز حسین فارم (نواب پور)۔
- صداقت شیخانہ فارم (نواب پور)۔
- بند بوسن سڑک۔

نیسلے دودھ کی طرح چونسا آم کے منصوبے کے تحت بھی کسانوں سے اپنی مصنوعات کے لیے آم کی پیداوار حاصل کرنا چاہتا ہے۔ مذکورہ بالا فارمز سے حاصل ہونے والی معلومات میں سے دو اہم باتیں سامنے آئیں اور وہ یہ کہ اس منصوبہ کے تحت نیسلے کسانوں کو چونسا آم کی پیداوار بہتر بنانے کے لیے کھاد اور کیڑے مار ادویات فراہم کررہا ہے۔ دوسرا یہ کہ بین الاقوامی منڈی کا مقابلہ کرنے کے لیے چونسا آم کی پیداوار میں اضافہ کیا جارہا ہے۔

پی سی ایس آئی آر اور نیسلے

پاکستان میں سائنسی اور صنعتی حوالے سے سرکاری تحقیقی ادارہ، پاکستان کونسل آف سائنٹفک اینڈ انڈسٹریل ریسرچ (پی سی ایس آئی آر) کا ایک اہم کام ملک میں خوراک اور مصنوعات کے معیار کی نگرانی اور اس کا تنقیدی جائزہ لینا اور معیار کو بہتر بنانے کے لیے اقدامات کرنا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ درآمد/ برآمد کرنے

والے تاجروں کے لیے بہتر معیار کے تعین کو یقینی بنانا ہے۔[33] 22 اپریل، 2015 کو لاہور میں نیسلے اور پی سی ایس آئی آر نے تحفظ خوراک کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے صحت کے عالمی دن کے موقع پر مشترکہ تعاون سے سیمنار منعقد کرایا۔[34] جس میں پی سی ایس آئی آر لاہور کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر شہزاد عالم نے نیسلے کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''میں نیسلے پاکستان کی تحفظ خوراک کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے سیمینار منعقد کرانے کی کاوشوں کو سراہتا ہوں۔ یہ ہمیں دیگر متعلقہ فریقین کے ساتھ بیٹھ کر اس مسئلے سے نمٹنے کے قابل بنائیگا۔''

نیسلے پاکستان کی مالیاتی رپورٹ

	ستمبر 2014 (ملین روپے)	ستمبر 2015 (ملین روپے)	ستمبر 2016* (ملین روپے)	شرح اضافہ (2014-15)	شرح اضافہ (2015-16)
مجموعی فروخت	74,302	77,197	84,357	3.9 فیصد	9.3 فیصد
خالص منافع	6,405	7,682	9,817	19.9 فیصد	27.8 فیصد

اس طرح نیسلے کی فی شیئر آمدنی میں پچھلے سال کے نسبت تقریباً 28 فیصد* اضافہ ہوا جبکہ 2014-15 میں یہ اضافہ تقریباً 20 فیصد تھا۔[35] دسمبر 2015 رپورٹ کے مطابق نیسلے پاکستان کے 59 فیصد شیئر اسی کے پاس ہیں۔نیسلے نے پاکستان میں 2012 سے اب تک 180 ملین ڈالرز کی سرمایہ کاری کی ہے۔ یہ سرمایہ کاری کمپنی نے اپنی پیداواری صلاحیت میں اضافے اور ترسیل کو بہتر بنانے کے لیے کیں جس کے نتیجے میں کمپنی کی فروخت میں اضافہ کے ساتھ ساتھ اس کے منافع میں بھی بھاری اضافہ ہوا۔کمپنی کے فراہم کردہ اعداد و شمار کے تحت کمپنی کے منافع میں مسلسل خاطر خواہ اضافہ ہورہا ہے۔ مثال کے طور پر 2007 سے 2012 کا خالص منافع 5.8 بلین روپے کا تھا جبکہ 2013-14 کا منافع 36 فیصد بڑھ کر 7.9 بلین روپے ہوگیا۔[36]

* اس اضافی معلومات کے لیے حوالہ نمبر 86 سے مدد لی گئی ہے۔

مشترکہ مفادات کا قیام

نیسلے مشترکہ مفادات کے قیام (Creating Shared Value/CSV) کا ایک تصور پیش کرتی ہے۔ نیسلے کہتی ہے کہ ''ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہم اپنے شیئر ہولڈرز کے لیے قدر پیدا کرسکتے ہیں ایسے کاروبار کے طریقے اپنا کر جو غذائیت، پانی اور دیہی طریقہ کے حوالے سے عالمی اور مقامی مسائل کا احاطہ کرے۔ مشترکہ مفادات کے قیام (CSV) سے ہماری یہی مراد ہے''۔[37] نیسلے مشترکہ مفادات کے قیام میں اپنی ترجیحات کو اس تکون کی صورت میں واضح کرتا ہے۔[38]

نیسلے پاکستان کے منتخب کردہ مشترکہ مفادات کے قیام کے اہم نکات یہ ہیں۔[39]

- غذائیت۔
- پانی۔
- دیہی ترقی۔
- ماحولیاتی تحفظ۔
- ہمارے لوگ۔

تجزیہ

مشترکہ مفادات کے قیام کی تعریف نیسلے کی حقیقی پالیسیوں اور موصول ہونے والی خبروں سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتیں۔ غذائیت، پانی، دیہی ترقی اور ماحولیاتی پائیداری سمیت قانون، کاروباری اصول اور ضابطہ اخلاق کی تعمیل جیسے نعروں اور ارادوں کی تکمیل کے لیے ان کے دیگر کاروباروں سے قطعاً مطابقت نہیں رکھتے۔ اس حوالے سے نیسلے اپنی سماجی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے مشترکہ مفادات کے قیام کے جو نکات پیش کرتا ہے اس کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں۔

غذائیت

ذیل میں نیسلے کے غذائیت پوری کرنے کے دعوے کے حوالے سے چند مثالیں شامل کی جارہی ہیں جو نیسلے کے دعوؤں کے برعکس ہیں اور کچھ اور ہی حقیقت بتاتی ہیں۔

ڈبا بند دودھ

ڈبا بند دودھ یا ٹیٹرا پیک دودھ کی مجموعی حیثیت پر بات کرنا اشد ضروری ہے۔ پاکستان سمیت دنیا بھر میں ٹیٹرا پیک کی منڈی کو بہت تیزی سے فروغ دیا جارہا ہے۔ کوشش کی جارہی ہے کہ صارفین کو کھلے دودھ کے بجائے ڈبا بند دودھ کی طرف راغب کیا جائے مثلاً پاکستان کے کئی ٹیلی ویژن چینلز پر ایک عرصے تک بنا کسی کمپنی یا برانڈ کے نام کے صرف ٹیٹرا پیک دودھ کو فروغ دینے کے لیے اشتہار چلتے رہے ہیں۔ مذکورہ اشتہاروں میں صرف ڈبا بند دودھ کی خاصیت ہی بیان نہیں کی جاتی تھی بلکہ کھلے دودھ کے نقصانات بھی بیان کیے جاتے تھے اور محنت کش گوالوں کی کردار کشی بھی کی جاتی تھی جس کا مقصد عوام کو سستے اور تازہ دودھ کی جگہ کمپنیوں کا تیار کردہ مہنگا دودھ استعمال کرنے کی ترغیب دینا تھا۔

یہ خیال رہے کہ نیسلے نے سید بابر علی سے ملک پیک لمیٹڈ خریدی تھی جو خاندان کے دیگر افراد سمیت نیسلے کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں شامل ہونے کے ساتھ ساتھ ٹیٹرا پیکجز کے بھی مالک ہیں۔ ٹیٹرا پیک دودھ کے حوالے سے کئی تحقیقات سامنے آچکی ہیں جس سے اس کی حقیقت عیاں ہوتی ہے۔ ان ہی میں کچھ کا ذکر مختصراً درج ہے۔

تحقیقات کے مطابق ٹیٹرا پیک دودھ کو محفوظ کرنے کے لیے اس میں ایک مادہ فارمل ان (فارمل ڈیہائڈ)[40] شامل کیا جاتا ہے۔[41] نیسلے بھی اپنے دودھ میں فارمل ان شامل کرتا ہے جو کہ مردوں (لاشوں) کو محفوظ رکھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اس مادے سے انسانی صحت پر اس کے انتہائی برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ خوراک میں شامل یہ مادہ جسم میں تیزابیت بڑھانے کے ساتھ ساتھ طویل سکتہ (کوما) اور موت کا سبب بھی ہوسکتا ہے۔[42] یہ وہ کیمیائی مادہ ہے جو ہوا کے دس لاکھ حصوں میں اگر 0.1 حصے تک بڑھ جائے تو

کچھ لوگوں کی ناک، گلے اور آنکھوں میں جلن کے ساتھ پانی آنا شروع ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ کھانسی، سانس لینے میں دشواری (گھٹن)، متلی اور خارش کی شکایات بھی ہوسکتی ہیں۔ 1980 میں ہونے والی تحقیق کے مطابق اس کیمیائی مادہ کی حامل کسی بھی اشیاء کا مسلسل استعمال خطرناک اور مختلف بیماریوں کے علاوہ کینسر کا باعث بھی ہوسکتا ہے۔[43] اس کے بعد بھی کچھ تحقیقات سامنے آئیں جن کے تحت یہ مادہ کینسر کی کئی اقسام سے جڑا ہوا ہے۔ عالمی ادارہ صحت کی کینسر پر تحقیق کرنے والی بین الاقوامی ایجنسی (International Agency for Research on Cancer/IARC) نے اس مادے کو انسانوں کے لیے کینسر پیدا کرنے والا مادہ قرار دیا۔[44] اس کے علاوہ 2011 میں امریکہ کے نیشنل ٹاکسی کالوجی پروگرام (National Toxicology Program)[45] اور نیشنل اکیڈمی برائے سائنس، انجینئر نگ اور میڈیسن نے اپنے جاری کردہ اعلامیہ میں اس مادہ کو یقینی طور سے کینسر کا باعث قرار دیا ہے۔[46]

نیسلے دودھ کے ساتھ اپنی دیگر مصنوعات میں بھی اس مادے کا استعمال کرتا ہے۔[47] بعض کمپنیاں اس کیمیائی مادے کا نام اپنی مصنوعات کے اجزاء کی فہرست میں شامل کرنے سے کتراتی ہیں اس لیے صارفین کو دھوکہ دینے کی غرض سے فارمل ڈیہائڈ کے مختلف متبادل نام لکھ دیتی ہیں۔[48] امریکی محکمہ صحت اور انسانی خدمات (US Department of Health & Human Services) نے چند ایسی مصنوعات اور کمپنیوں کی فہرست جاری کی ہے جس میں فارمل ڈیہائڈ موجود ہوتا ہے۔[49] اس فہرست میں نیسلے بھی شامل ہے۔[50] دودھ کے معیار پر ہونے والی ایک اور تحقیق کے مطابق نیسلے کے ڈبے بند (ٹیٹرا پیک) دودھ میں مضر صحت اور باعث کینسر مادہ فارمل ڈیہائڈ شامل کیا جاتا ہے۔ نیٹ ورک برائے تحفظ صارف (نیٹ ورک فار کنزیومر پروٹیکشن) کی صارف رپورٹ نمبر 017/06 کے مطابق نیسلے کی مصنوعات نیسلے ملک پیک اور نیس ویٹا میں واضح طور پر فارمل ڈیہائڈ پایا گیا ہے۔[51]

نیسلے اور جینیاتی خوراک

نیسلے کے چیف ایگزیکٹو آفیسر (CEO) نے حال ہی میں نشر ہونے والے ایک انٹرویو میں کہا کہ ''قدرت نے

ہمیں سب چیزیں بہترین حالت میں نہیں دی ہیں۔ قدرتی غذا (organic food) بہترین غذا نہیں ہے۔ امریکہ میں پچھلے 15 سالوں سے جینیاتی طور پر تبدیل غذا (genetically modified foods) کے استعمال سے کوئی ایک بھی بیماری سامنے نہیں آئی ہے'[52] جبکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے۔ امریکہ میں ہونے والے احتجاج اور جینیاتی تبدیلی پر مبنی غذا کا بائیکاٹ ایک طویل تاریخ رکھتی ہے اور جینیاتی تبدیلی پر مبنی غذا کے خلاف مظاہرے اور ریلیوں کی خبروں سے اخبار بھرے ہیں۔[53] امریکہ سمیت دنیا بھر میں یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ جینیاتی غذا پر اس کا لیبل لگا ہونا چاہیے تاکہ انہیں معلوم ہو کہ وہ کیا کھاتے ہیں۔[54] اس مطالبے کا مقصد اس غذا سے کنارا کشی کرنا ہے۔ 60 سے زیادہ ممالک میں اس مطالبے کو قانونی حیثیت بھی دی جاچکی ہے۔[55] مزید شواہد کے مطابق بھی نیسلے اس جینیاتی تبدیلی پر مبنی غذا کا پرچار کرتا رہا ہے[56] اور اپنی مصنوعات میں اس کا استعمال بھی کرتا ہے۔ جس پر تھائی لینڈ میں نیسلے کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنے کی دھمکی بھی دی جاچکی ہے۔[57]

جینیاتی فصلوں اور غذا کے بارے میں سائنس دان کئی تحقیق سامنے لاچکے ہیں جس سے ثابت ہوا ہے کہ اس سے انسانی اور حیوانی صحت پر بہت برے اور مضر اثرات مرتب ہورہے ہیں۔ نیسلے کے سی ای او کے بیان کو اگر تاریخی اور ارتقائی پس منظر میں دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ امریکہ کی 15 سالہ تاریخ کوئی معنی نہیں رکھتی کیونکہ زمین پر جینیاتی تخلیق لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں سالوں پر محیط ہے۔ قدرت کے لاتعداد تجربوں اور ان گنت مراحل کے بعد آج زمین کی یہ شکل ابھر کر سامنے آئی ہے کہ اب اس میں کسی بھی قسم کی تبدیلی فوری طور پر اپنا نتیجہ ظاہر نہیں کرتی۔ صنعتی پیداوار شروع ہونے کے دوسو سال بعد آج دنیا کو ماحولیاتی تبدیلی کا پتا چلا ہے۔ صنعتی گیسوں کے علاوہ وہ ادویات جو فصلوں پر چھڑکی جاتی ہیں ان کا اثر بھی اب کئی سال بعد ابھر کر سامنے آیا ہے۔ ایک اور تلخ حقیقت یہ ہے کہ دنیا بھر میں اب سائنسی تحقیق کرنے والے ادارے انہی کمپنیوں کی دی ہوئی امداد سے چل رہے ہیں جو اپنے خلاف کوئی تحقیق منظر عام پر نہیں آنے دیتیں اور اگر آ بھی جائے تو دنیا بھر سے تحقیق کرنے والے سائنسدان کی کردارکشی کرکے اس کی تحقیق مسترد کردی جاتی ہے۔[58]

میگی نوڈلز پاکستان اور بھارت سمیت دنیا کے بیشتر ممالک میں فروخت کیا جاتا ہے۔ بھارت میں میگی نوڈلز کے حوالے سے پچھلے دنوں گشت کی جانے والی ایک خبر قارئین کی نظر ہے۔''بھارتی ریاست اتر پردیش میں نیسلے انڈیا کے تیار کردہ میگی نوڈلز میں خطرناک حد تک سیسے کی مقدار پائے جانے پر فوجداری مقدمہ دائر کیا گیا۔ فوڈ سیفٹی اینڈ ڈرگ ایڈمنسٹریشن (FDA) کے مطابق مارچ کے مہینے میں معمول کے تجزیے کے دوران دو درجن نوڈلز کے پیکٹ بمعہ ذائقہ بڑھانے والے لوازمات میں سیسے کی بہت زیادہ مقدار پائی گئی۔ FDA نے کمپنی کو ریاست بھر میں متعلقہ کھیپ دکانوں سے واپس منگوانے کا حکم دیا۔ مقامی مجسٹریٹ کی عدالت میں نیسلے انڈیا اور فروخت کنندگان کے خلاف مضر صحت مصنوعات بنانے اور فروخت کرنے پر مقدمہ دائر کیا گیا تھا''۔[59]
بھارت کی اس خبر کے بعد پاکستان میں بھی میگی نوڈلز کی مصنوعات مشکوک تو ضرور ہوئی مگر کسی قسم کی کوئی تحقیق اس حوالے سے ابھی تک منظر عام پر نہیں آئی۔ پڑوسی ملک میں میگی نوڈلز پر ہونے والی تحقیق کے نتائج کے بعد پاکستان میں بھی کم از کم نیسلے کے میگی نوڈلز پر تو لازمی تحقیق ہونی چاہیے تھی؟

پانی

پانی انتہائی اہم ضرورت زندگی ہے جس کے بنا زندگی گزارنا ممکن نہیں۔ ہر قسم کی آلودگی اور جراثیم سے پاک پانی کی فراہمی ریاست کی اولین ذمہ داری ہے۔ ریاست اپنی اس ذمہ داری کی تکمیل میں مکمل طور پر ناکام ہوتی نظر آرہی ہے اس ناکامی کے نتیجے میں پانی اب بازار میں منافع کے لیے بکتا نظر آرہا ہے مگر اس کا بازار میں بکنا مہذب تاریخ انسانیت میں کبھی سوچا نہیں گیا تھا۔

عام خیال کیا جاتا ہے کہ پاکستان میں پانی کی قلت ہے لیکن پانی کی فراہمی کو بہتر بنانے کی ترکیبیں آزمائی جائے تو صاف پانی کی ترسیل ناممکنات میں سے نہیں۔ ایک خبر کے مطابق[60] پاکستان میں ہزاروں لوگ آلودہ پانی پینے کی وجہ سے کام کرنے کے قابل نہیں رہتے جس سے ان کی آمدنی پر بھی برے اثرات مرتب ہوتے ہیں خاص کر وہ افراد جو دیہاڑی پر کام کرتے ہیں۔ دیگر ذرائع کے مطابق پاکستان میں

پینے کے پانی میں چار بڑے آلودہ کرنے والے عناصر شامل ہیں۔ ان میں سے 68 فیصد جراثیم پر مبنی ہیں۔ 24 فیصد سنکھیا، 13 فیصد نائیٹریٹ اور پانچ فیصد فلورائیڈ بھی شامل ہوتا ہے جن سے کئی قسم کی بیماریاں یقینی ہیں۔[61] اسی خبر میں شامل پاکستان واٹر کونسل کی 2006 کی تحقیق کے مطابق پاکستان میں تقریباً 87 فیصد پانی انسانی استعمال کے لیے موزوں نہیں ہے۔[62]

پاکستان میں پانی کا مسئلہ قدرتی ہونے سے زیادہ سماجی اور انتظامی ہے۔ بجائے اسکے کہ اس مسئلے کا کوئی منطقی حل نکالا جاتا، سرمایہ داری کو فروغ دیتے ہوئے سماج میں تیزی سے پانی کی بوتلیں بیچی جا رہی ہیں جو کہ 500 ملی لیٹر سے لیکر 19 لیٹر تک کے سائز میں موجود ہیں۔ منڈی میں موجود پانی پلاسٹک کی بوتلوں میں بند ہو کر بازاروں میں فروخت کے لیے دستیاب ہوتا ہے۔ وزارت سائنس و ٹیکنالوجی پاکستان کے ماتحت کام کرنے والا ادارہ پاکستان کونسل برائے تحقیق ذخائر آب کی جولائی تا ستمبر 2015 تحقیقی رپورٹ کے مطابق 23 کمپنیوں کا پانی انسانی صحت کے لیے انتہائی مضر ہے۔[63] صاف پانی کی عدم فراہمی کا پانی فروخت کرنے والی کمپنیوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور غیر معیاری پانی کی بوتلوں کی فروخت میں اضافے کی وجہ بنی۔

نئی ہونی والی تحقیقات کے مطابق نلکے کا پانی پلاسٹک کی بوتلوں والے پانی سے زیادہ بہتر ہے (پاکستان میں صرف گھریلو اور دیسی ٹوٹکو سے پانی کو صاف کرنے کی ضرورت ہے)۔ واضح رہنا چاہیے کہ صرف ایک لیٹر پانی کی بوتل کے لیے پانچ لیٹر پانی خرچ ہوتا ہے جبکہ ایک اندازے کے مطابق ایک پانی کی بوتل خریدنے پر بمقابلہ نل کے پانی کے ایک صارف دس ہزار گنا سے زیادہ قیمت ادا کرتا ہے[64] وہ بھی ہمارے لیے فائدہ مند نہیں ہوتا۔[65] پاکستان میں بوتل کے پانی کا استعمال سالانہ 12 فیصد کی شرح سے بڑھ رہا ہے جس نے پاکستان کو بوتل کے پانی کے حوالے سے ایک انتہائی منافع بخش منڈی کے روپ میں عیاں کیا ہے۔[66]

غذائیت کی بات کرنے والی نیسلے کے کرتا دھرتا خود کیا سوچ رکھتے ہیں اس کا اندازہ ایک بیان سے لگایا جاسکتا ہے۔ ایک انٹرویو میں نیسلے کے چیف ایگزیکٹو آفیسر فرماتے ہیں کہ ”پانی کو نجی ملکیت میں ہونا چاہیے اور عام انسانوں کا پانی پر کوئی حق نہیں ہونا چاہیے۔ پانی کی قیمت ہونے سے اس کے قیمتی ہونے کا احساس ہوگا“۔[67]

ماحولیاتی پائیداری/تحفظ

ماحولیاتی پائیداری کی بات کرنا اور حقیقی معنوں میں اس کی پاسداری کرنا دو الگ باتیں ہیں۔ ماحول کو محفوظ بنانے کے لیے منافع کو غیر محفوظ کرنا پڑتا ہے جس کی امید ان کمپنیوں سے تو بہر حال نہیں ہے۔ نیسلے ماحولیاتی پائیداری کی جو بھی تعریف کرتا ہو مگر زمینی حقائق کچھ اور ہی کہانی بیان کرتے ہیں جس کی چند مثالیں مختصراً پیش کی جارہی ہیں۔

پلاسٹک کی بوتلیں

پانی فروخت کرنے کے لیے استعمال کی جانے والی پلاسٹک کی بوتلیں (جس میں نیسلے کا بھی پانی بکتا ہے) بنانے کا مرحلہ زمین سے تیل کے اخراج سے شروع ہوتا ہے جس کے لیے (یقیناً) ایندھن درکار ہوتا ہے۔ زمین سے نکالے گئے خام تیل کو ٹرالر کے ذریعے سب سے پہلے ریفائنری (refinery) میں لاکر صاف کیا جاتا ہے (جس میں پھر ایندھن کا استعمال ہوتا ہے)۔ وہاں سے دوبارہ ٹرالرز میں لاد کر (پھر ایندھن کا استعمال) پلاسٹک فیکٹری میں لایا جاتا ہے جہاں اس تیل کو پہلے پلاسٹک دانوں اور پھر بوتلوں میں تبدیل کیا جاتا ہے (جس میں بجلی کے استعمال کے ساتھ ساتھ دیگر قدرتی وسائل کا بے تحاشہ استعمال ہوتا ہے)۔ ان بوتلوں کو تیسری بار ٹرالر میں لادکر پانی کے پلانٹ میں لایا جاتا ہے (پھر سے ایندھن کا استعمال) جہاں ان بوتلوں میں پانی بھرا جاتا ہے(یہاں پر بھی قدرتی وسائل کا استعمال بے دریغ کیا جاتا ہے)۔ بوتلوں میں پانی بھرجانے کے بعد ان بوتلوں کو پھر سے ٹرالرز میں لاد کر گوداموں میں (ایندھن کا استعمال)، وہاں سے سپر اسٹور یا تقسیم کار (ڈسٹری بیوٹر) کے پاس (ایندھن کا استعمال) سے ہوتا ہوا تھوک فروش کے پاس (ایندھن کا استعمال)، پھر وہاں سے خوردہ فروش (ایندھن کا استعمال) اور پھر آخر میں صارفین کے پاس پہنچتا ہے۔[68]

پانی کی پلاسٹک کی بوتلیں ایک خاص کیمیائی مواد سے بنائی جاتی ہیں۔ نیسلے کا کہنا ہے کہ وہ اپنی پانی کی پلاسٹک کی بوتلیں ایسے مواد سے بناتے ہیں جو صنعتی پیداوار کے لیے دوبارہ استعمال کی جاسکیں۔ نیسلے کی بوتلیں تین طرح کے پلاسٹک سے بنائی جاتی ہیں جن میں پولی ایتھائیلین ٹیرا تھیلیٹ (polyethylene

terephtalate/PET)، ہائی ڈینسٹی پولی ایتھا ئیلین (high-density polythylene/HDPE) اور پولی کاربونیٹ (polycarbonate/PC) شامل ہیں۔[69] پولی کاربونیٹ پلاسٹک پر بہت تنقید پائی جاتی ہے کیونکہ ان میں ایک خاص قسم کی کیمیائی شہ پائی جاتی ہے جسے بیس فینول (bisphenal/BPA) کہا جاتا ہے۔ اس کیمیائی مادے کا حمل، نومولود اور بچوں کے دماغ، پراسٹیٹ کے غدود اور رویوں پر منفی اثر ہوتا ہے۔[70] نیسلے کے کاغذی دعوے اپنی جگہ پر اس کی بوتل پر یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہ کس قسم کے پلاسٹک سے بنائی گئی ہے جبکہ یہ بوتلیں گھریلو استعمال کے لیے موزوں نہیں ہوتی انہیں دوبارہ سے صنعتی پیداوار کے لیے کچرے کی نظر کیا جانا چاہیے۔ بے شک یہ پیغام نیسلے کی بوتل پر اپنے خاص نشان کی مدد سے آویزا ہوتا ہے مگر کیا یہ پاکستان جیسے تیسری دنیا کے ممالک میں اس پر عملدر آمد ممکن ہے؟ ہمارے گھروں میں ان بوتلوں کے بار بار استعمال ہونے کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ عام لوگوں کو نہ تو یہ سمجھ ہے کہ پلاسٹک کی بوتلوں کو دوبارہ استعمال نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی وہ بوتل پر بنے نشانات سے واقف ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے پاکستان کے تقریباً ہر گھر اور عام ہوٹلوں میں پینے کا پانی جمع کرنے کے لیے یہی بوتلیں استعمال کی جاتی ہیں۔ دوسرا یہ کہ پینے کا پانی جمع رکھنے کے لیے مناسب اور قابل استعمال بوتلیں ہر شہری کی قوت خرید میں نہیں ہے اس لیے وہ وہی پرانی بوتلیں بار بار استعمال کرتے ہیں۔

یہ وہ حقائق ہیں جو ہمارے سماج میں عام طور پر رونما ہونے والی روز مرہ کی زندگی سے اقتباس ہیں۔ پانی کی یہ پلاسٹک بوتلیں ایک طرف تو ماحولیاتی آلودگی کا باعث ہیں تو دوسری طرف صحت کے لیے بھی موزوں نہیں ہیں۔

زمینی آلودگی

تیل کے اخراج سے لیکر صارف کے استعمال تک ایندھن، مشینری، اور دیگر قدرتی وسائل کا بے دریغ استعمال اور اس کے حصول کے لیے ہونے والے استحصال کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ صارفین اس بوتل بند پانی کو استعمال کرکے بوتل پھینک دیتے ہیں جن میں سے 80 فیصد بوتلیں زمینی آلودگی بڑھانے کا سبب بنتی ہیں باقی بیس

فیصد ہی بوتلیں دوبارہ کارآمد ہو پاتی ہیں جن سے بعد میں قالین اور دیگر اشیاء بنائی جاتی ہیں، لیکن آخر وہ بھی آلودگی کا ہی سبب بنتی ہیں کیونکہ پلاسٹک واپس زمین کا حصہ نہیں بنتا۔ سونے پہ سہاگہ یہ کہ ان سارے مراحل پر اربوں روپوں کا ایندھن جلادیا جاتا ہے جو کہ خود ماحولیاتی آلودگی کا پیش خیمہ ہے[71] ساتھ ہی دودھ اور دیگر اشیاء کے ڈبے بنانے کے لیے گتے کی ضرورت ہوتی ہے جو درختوں کی کٹائی میں اضافے کا سبب بنتا ہے۔

ہوائی آلودگی

مندرجہ بالا تمام تر کام فیکٹریوں اور کارخانوں میں سرانجام دیئے جاتے ہیں جہاں مزدور کے استحصال کے ساتھ ساتھ ماحول کا بھی استحصال کیا جاتا ہے کیونکہ ماحول کو بچانے کی ترکیبیں اپنی اصل شکل میں اپنانے پر کمپنیاں اپنے منافع میں کٹوتی نہیں کرنا چاہتیں۔ یہی وجہ ہے کہ عالمی سطح پر ہوا میں کاربن گیس کی مقدار بڑھ رہی ہے جس کی وجہ سے عالمی حدت میں اضافے کے ساتھ بڑے پیمانے پر ماحولیاتی تبدیلیاں رونما ہورہی ہیں۔ خشک سالی، سیلاب، بے موسم اور بے تحاشہ بارشیں اور طوفان اسی کا پیش خیمہ ہیں۔

دیہی ترقی

پاکستان ایک زرعی ملک ہے جس کی زیادہ تر آبادی دیہی علاقوں میں آباد ہے، جہاں پر لوگوں کا روزگار کھیتی باڑی کرنے کے ساتھ ساتھ مال مویشی بھی پالنا ہے جس نے اس ملک کو دودھ پیدا کرنے والا تیسرا بڑا ملک بنا رکھا ہے[72] لیکن افسوس یہ کہ کسانوں کی اس بڑی آبادی میں جہاں کبھی دودھ بیچنا معیوب سمجھا جاتا تھا اور مہمانوں کی خاطر تواضع دودھ اور لسی سے کی جاتی تھی، جہاں طعام میں مکھن، دہی اور پنیر معمول ہوا کرتا تھا، اب یہ روایات تقریباً خاتمے کے ہی دہانے پر ہیں۔ افسوس صد افسوس یہ کہ رونا دودھ کا کیا اب تو کسانوں کے پاس جانور بھی نہیں بچ رہے۔ کسان اپنے شیر خوار بچوں کے لیے بازار سے دودھ خریدنے پر مجبور ہیں۔ جن کے پاس کچھ جانور ہیں بھی تو یا تو انکی پیداوار اتنی کم ہے کہ ان کے اپنے گھر کی ضرورت ہی پوری نہیں ہوتی یا پھر وہ دودھ جس کی مقدار ایک سے تین کلو ہوتی ہے، اپنی مالی حالت کے پیش نظر کمپنیوں کو چند روپوں کے

عوض بیچنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ ساہیوال میں ایک کسان سے جب اس حوالے سے یہ سوال کیا کہ اگر کوئی مہمان وغیرہ آجائے تو اس کی خاطر تواضع میں پیش کی جانے والی چائے کے لیے دودھ کا بندوبست کیسے کرتے ہیں؟ کسان نے جواب دیا کہ ''بازار سے جا کر خریدنا پڑتا ہے'' جو مہنگا بھی پڑتا ہے اور خالص بھی نہیں ہوتا۔ ان کمپنیوں کی یہ تباہ کاریاں صرف پنجاب میں نہیں بلکہ پورے ملک سمیت دنیا بھر میں کم و بیش یہی صورتحال پیدا کی جارہی ہے۔

یوں تو نیسلے کے پاکستان سمیت دنیا بھر میں بہت سے منصوبے چل رہے ہیں جنھیں وہ سماج کی بہتری کے زمرے میں ڈال کر صنعتی سماجی ذمہ داریاں نبھانے کا تاج سجالیتی ہے مگر کیا یہ منصوبے حقیقی معنوں میں سماج کی بہتری کے لیے ہی ہوتے ہیں یا پھر ان میں بھی کمپنی کی اپنی ہی تشہیر چھپی ہوئی ہے؟ نیسلے کا ایک منصوبہ WET (ویٹ) کے نام سے چل رہا ہے جس میں وہ استادوں کو پانی کے استعمال کے حوالے سے تربیت دے رہے ہیں[73] لیکن سوال یہ ہے کہ نیسلے خود کتنا یومیہ پانی استعمال کرتا ہے اور کس مد میں کرتا ہے اس کا کوئی حساب کتاب منظر عام پر نہیں ہے۔ یہ بات تو پہلے ہی ہوچکی ہے کہ ایک بوتل پانی پر پانچ بوتلیں پانی کی ضائع ہوتی ہیں۔ اسی طرح نیسلے کے چونسا آم منصوبے کی وجہ سے ہمارے مقامی کسان اور آم کی صنعت کو نقصان کے ساتھ ملک میں اس کی فراہمی بھی متاثر ہوگی۔ ملتان کے مقامی کسانوں اور رہائشیوں کے مطابق اس منصوبے کی وجہ سے مقامی منڈی میں چونسا آم کی قیمت میں اضافہ ہوا ہے۔

اب اگر بات وزیراعظم کے کاروباری قرضہ والے منصوبے کی جائے تو اس کے سوا کیا کہا جائے کہ روزگار فراہم کرنا اور روزگار کے مواقع پیدا کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ چہ جائے کہ جوانوں کو مقروض کردیا جائے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ منصوبے یہاں کے کسانوں کے مفاد کے لیے ہیں یا نیسلے کے لیے؟ جو ان کے ذریعے اپنے کاروبار میں بیش بہا اضافہ کررہا ہے۔

دیگر المختصر اول یہ کہ پی سی ایس آئی آر اور نیسلے کا تعاون ایک نوید کی حیثیت تو قطعاً نہیں رکھتا۔ ریاست کو اپنی ذمہ داریاں نبھانے کے لیے کسی کمپنی کے سہارے کی کیونکر ضرورت پڑ رہی ہے؟ ریاست کو اپنے امور خود انجام دینے چاہیے تا کہ اس میں سے منافع کی ہیک نہ آئے۔ اس حوالے سے ایک اور عمومی رائے پائی جاتی ہے کہ اگر ایسا کرنا بہت ضروری ہے بھی تو سرکار یا سرکاری اداروں اور کمپنیوں خاص طور پر بین الاقوامی

کمپنیوں کے مابین ہونے والے تمام تر معاہدوں کی تفصیل منظر عام پر آنی چاہیے تاکہ عوام الناس کو ریاست کی ڈگر کا علم ہوتا رہے۔ دوئم اس ادارے کا دیگر کمپنیوں سمیت نیسلے کے ساتھ تعاونی گٹھ جوڑ[74] اس ادارے کی کارکردگی پر سوال اٹھاتا ہے کہ کس طرح یہ ادارہ ان کمپنیوں کی مصنوعات پر تنقیدی تحقیق کا متحمل ہو سکے گا؟

دیہاتوں کے حالیہ چیدہ مسائل

نیسلے اور اس جیسی دیگر کمپنیوں کی وجہ سے دیہاتوں میں کئی مسائل جنم لے رہے ہیں گو کہ ان مسائل کا نیسلے یا دیگر دودھ کی کمپنیوں سے براہ راست کوئی تعلق نظر نہیں آتا مگر ان کمپنیوں نے جب دودھ کے شعبے میں ہاتھ ڈالا تو دیہاتوں میں پیداواری لحاظ سے بڑی تبدیلیاں نظر آنے لگیں۔ ان ہی میں سے کچھ تبدیلیاں اور ان سے جڑے مسائل درج ذیل ہیں:

- غیر ملکی نسل کے جانوروں کا متعارف ہونا اور تیزی سے ان کی درآمد میں اضافہ ہونا۔
    - غیر ملکی نسل کا مقامی ماحول اور موسم سے مطابقت نہ ہونے سے دیگر مسائل اور بیماریوں کا خدشہ۔
    - غیر ملکی نسل کے جانوروں کی خوراک و دیگر لوازمات کا مقامی جانوروں سے زیادہ ہونے کی بناء پر اخراجات کا بڑھ جانا۔
    - غیر ملکی نسل کے جانوروں کی دیکھ بھال کے لیے خاطر خواہ انتظامات کرنا۔
    - غیر ملکی نسل کی وجہ سے مقامی جانوروں کی قدر میں کمی واقع ہونا۔
- دودھ کی پیداوار بڑھانے کے لیے ٹیکے کا استعمال۔
    - ڈیری فارمز کی وجہ سے چھوٹے کسانوں کو مسائل درپیش ہونا۔
- افزائش نسل کے ٹیکوں کی درآمد اور ان کے استعمال میں اضافہ ہونا۔
    - غیر ملکی نسل کی درآمد اور افزائش نسل کے ٹیکوں کی وجہ سے مقامی نسل کی ناپیدگی کا خطرہ لاحق ہونا۔
- کئی وجوہات کی بناء پہ چارے کی دستیابی کا مسئلہ۔

نیسلے یا اس جیسی دیگر بین الاقوامی کمپنیوں کا سب سے بڑا ہتھیار ذرائع ابلاغ ہوتا ہے۔ جس پر چلنے والے اشتہاروں کے ذریعے یہ عوام الناس کے اذہان پر اس طرح سے اثر انداز ہوتے ہیں کہ عام کسان، مزدور اور محنت کش اپنی بھلی روایات کو بھول کر یا ان کو دقیانوسی جان کر نظر انداز کر دیتا ہے۔ ترقی کے نام پر سہولیات اور آسائشوں کا جھانسا دینے والی یہ مصنوعات سرمایہ داری کے چکر میں ایسا گھومتی ہیں کہ ان کا محور تمام سماج ہوجاتا ہے اور وہ طبقہ جو پہلے ہی کم غذا کا شکار ہے، سب سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ ترقی کے نام پر چند افراد نے صرف منافع ہی کمایا ہے باقی تمام دنیا تو ان کی خدمت پر معمور ہوکر تنزلی اور بد حالی کی طرف گامزن ہے۔ اب تک ہونے والی ترقی کا اگر منطقی جائزہ لیا جائے تو ترقی کا مطلب کائنات اور قدرت کو تسخیر کرنے کے مترادف ہی معلوم ہوگا اور تسخیر سے مراد جدید سرمایہ داری لغت میں قابض ہونا ہے تو کائنات اور اس کے ذخائر پر قبضہ کرنے کی اس دوڑ میں کمپنیاں اور خاص طور پر بین الاقوامی کمپنیاں سر پٹ دوڑ رہی ہیں اور ننانوے فیصد انسانوں کو کچل رہی ہیں۔ اسی حوالے سے کچھ حقائق مختصراً رقم ہے۔

نیسلے کے انسانی حقوق کے معیارات

بدقسمتی سے نیسلے انسانی حقوق کے حوالے سے اپنی بوتل کے پانی کی پالیسی کے تناظر میں اپنے اہداف اور اپنی زبان کو پورا کرنے میں ناکام رہا ہے۔ نیسلے پانی کے شعبے میں اور پانی کے وسائل کے استعمال میں جامع پائیدار حکمت عملی میں ناکام رہا ہے۔ تنگ نظری پر مشتمل نظریہ پائیدار انتظام کے نقطہ نظر سے پانی پر انسانی حق کو رد کرتا ہے۔ نیسلے کی پانی کی پالیسی اس بیان پر ختم ہوتی ہے کہ ''پانی نیسلے کی اولین ترجیح ہے اور ہمیشہ رہے گی''[75] نیسلے کے اس بیان سے کیا نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے؟ یہ کہ نیسلے کو زمین سے پانی کے بے انتہا اخراج سے اور بوتل کے پانی کی قوت خرید نہ رکھنے والوں کی حقوق کی پامالی اور انسانی حقوق کی خلاف ورزی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔[76] دودھ، دہی، ملائی اور دیگر مصنوعات کے ذریعے بھی نیسلے کی حکمت عملی سب سے چھین کر چند کی پہنچ میں دینے کے مترادف ہے۔

شعوری سیمینار

ایک خبر کے مطابق نیسلے نے ملک میں خراب پانی اور صاف پانی کے اوپر سیمینار کرانے کے لیے لاہور کی ایک ایجنسی کو معلومات عامہ کے لیے پروگرام مرتب کرنے کو کہا تھا جس پر لاہور واٹر سپلائی کمپنی کے نمائندے نے کہا کہ ''نیسلے اپنے منافع کے لیے عوام کو گمراہ کر رہی ہے''[77] اور جب کوئی ان کے پیداواری پلانٹ میں داخل ہونا چاہتا ہے تو اسے اجازت نہیں ملتی۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب ریس گھریگر، فلم بوتل لائف کے ڈائریکٹر، اپنی تحقیق کے سلسلے میں پاکستان میں نیسلے کی فیکٹری کا دورہ کرنے آئے تو انہیں نیسلے کی انتظامیہ نے اپنی کمپنی کا دورہ کرنے نہیں دیا۔[78] سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر نیسلے اپنی تمام تر ذمہ داریوں کو پورا کر رہی ہے تو کیونکر اپنی فیکٹری میں داخل نہیں ہونے دیتی؟

قدرتی ذخائر کا بے دریغ استعمال

نیسلے پوری دنیا سمیت برازیل اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ (خصوصاً کیلیفورنیا) میں اپنے بوتل کے پانی کے لیے زمین سے قدرتی پانی کا بے انتہا اخراج کر رہی ہے۔ وہاں کے رہائشوں کے مطابق نیسلے کی طرف سے بہت زیادہ پانی کے اخراج کی وجہ سے وہاں کے پانی کا ذائقہ تبدیل ہونے کے ساتھ ساتھ زیر زمین پانی کے ذخائر میں کمی کا بھی خدشہ ہے۔[79] اس کے علاوہ پاکستان میں بھی جہاں پانی کی شدید قلت ہے نیسلے جیسی کمپنیاں صرف اپنے منافع کے خاطر پانی کے بچے کچے ذخائر کو خشک کر رہی ہیں۔

مستقبل کا تحفظ

اس دنیا کو کم از کم ویسے ہی اپنی اولادوں کی طرف بڑھانا جیسی ہمیں ملی تھی، ہمارا فرض اور نئی نسل کا حق ہے۔ اس لیے مستقبل کو صحت مند رہنے دینے کے لیے ہمیں اپنی اولادوں، ان کے لیے غذائیں اور معاشرہ تینوں کو ہی صحت مند رکھنا ہوگا۔ یہ بنی نوع انسان کی خواہش بھی ہے اور کوشش بھی مگر دھیان رکھیے کہ کوئی اس عمل میں تغیر پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے جیسا کہ ذیل میں دیا جا رہا ہے۔

نیسلے کی سب زیادہ قابل تنقید شہ اس کا نومولود بچوں کا دودھ منڈی میں متعارف کرانا تھا۔ جس پر دنیا کے کئی ممالک میں نیسلے مخالف تحاریک کا آغاز ہوا۔ پچھلے کئی سالوں سے نیسلے کو نومولود بچوں کے لیے دودھ کا متبادل منڈی میں متعارف کرانے اور اس کی اشتہاری مہم چلانے کے ذمرے میں ماہرین اور اداروں کی جانب سے شدید تنقید کا سامنا ہے۔ نیسلے کی اشتہاری مہم ماؤں کو بوتل سے نیسلے کا دودھ پیلانے پر اکساتی ہے۔ خاص کر غذائی کمی کی شکار ماؤں اور ان ماؤں کو جن کے یہاں جڑواں بچے پیدا ہوئے ہوں جبکہ کئی بین الاقوامی صحت کی تنظیموں نے اس کو رد کرتے ہوئے کہا کہ اس طرح بچے اور ماں دونوں کی صحت پر مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔[80] ابفان (IBFAN) نامی صحت کی تنظیم نے نیسلے کے اس دودھ کے حوالے سے یہ انکشاف کیا کہ نیسلے نے اپنے دودھ کی تشہیر کے لیے ہسپتالوں میں ماؤں کو دودھ کے مفت نمونے دیے تا کہ یہاں سے جانے کے بعد بھی وہ یہی دودھ استعمال کرتی رہیں۔ اس تنظیم نے یہ بھی دعوٰی کیا کہ نیسلے نے امداد کے نام پر قیمتی تحائف کا تبادلہ اور مالی تعاون (sponsorship) کے ذریعے صحت کے افسران پر اثر انداز ہونے کی بھی کوشش کی کہ وہ نیسلے کے اس دودھ کو ماؤں تک پہنچانے میں ان کے معاون ہوں اور یہی دودھ تجویز کریں۔[81] نیسلے نے کئی ممالک میں دودھ کی ان مصنوعات کی تشہیر کے لیے قابل اعتراض نعروں کا بھی استعمال کیا جس کی وجہ سے نیسلے کو ایک بار پھر مسلسل تنقید کا سامنا ہے۔[82]

قانون

بظاہر تو یوں لگتا ہے کہ کمپنیاں قانون کی پابندی لازمی کرتی ہیں اور کسی حد تک یہ درست بھی ہوسکتا ہے مگر صرف اس وقت تک جب تک قانون کمپنی کی اور کمپنی کے منافع کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتا۔ اب تو کمپنیوں کے ملکی قوانین اور ضوابط میں باقاعدہ اثر انداز ہونے کی بھی غیر مصدقہ خبریں موصول ہورہی ہیں۔ دور حاضر میں ایک نئی روش چل پڑی ہے کہ اکثر کمپنیاں اپنا کام ٹھیکے پر باہر دے دیتی ہیں اور سال میں ایک یا دو دفعہ اس جگہ کا دورہ کرکے تسلی کی ضمانت دے دیتی ہیں اور پھر عموماً پورا سال وہاں غیر انسانی ماحول میں ٹھیکے پر کام ہوتا ہے

جس کی اجرت دیہاڑی یا فی عدد کی صورت میں دی جاتی ہے جو کہ سرکاری سطح پر مقرر کردہ کم از کم اجرت سے بھی کافی کم ہوتی ہے۔

مزدور قوانین کی خلاف ورزی

2001 میں برطانوی چینل بی بی سی کی تحقیقاتی رپورٹ کے مطابق نیسلے نے 12 سے 14 سال کے سینکڑوں بچوں کو مالی، ٹاگو (Togo) اور برکینا فاسو (Burkina Faso) سے خرید کر آئیوری کوسٹ (IvoryCoast) اور گھانا (Ghana) میں کافی (Cocoa) کے کھیتوں میں کام کرنے کے لیے بھیجا جن سے زبردستی ہفتے میں 80 سے 100 گھنٹے کام لیا جاتا رہا۔ اس خبر کے نشر ہونے کے بعد صحت اور مزدوروں کی عالمی تنظیموں نے نیسلے پر شدید تنقید کی۔ بہرکیف نیسلے نے کبھی اس خبر کو تسلیم نہیں کیا اور مزدور قوانین کی خلاف ورزی کرنے والے فارمز سے اپنے تعلق کی صداقت کو ہمیشہ رد کیا۔[83]

مزدوروں کا استحصال

حال ہی میں نیسلے نے تھائی سمندری خوراک پر کام کرنے والے مزدوروں کا ''غلام مزدور'' ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ سال بھر کی تحقیقات کے بعد نیسلے نے انکشاف کیا کہ اس کی مصنوعات کے لیے خام مال کی فراہمی میں غلام مزدور کام کر رہے تھے جنھیں سبز باغ دکھا کر مختلف مقامات سے خرید کر تھائی سمندری خوراک کے شعبے میں کام کروایا جا رہا تھا۔ یہ مزدور جبری مشقت پر انتہائی برے حالات میں زندگی گزارنے پر مجبور تھے۔ وہیں کام کرنے والے ایک مزدور ماہی گیر نے بتایا کہ بعض اوقات شکار کے لیے بھاری بھرکم جال کو سمندر میں پھینکتے ہوئے مزدور خود بھی سمندر میں گر کر غائب ہوجاتے تھے۔ ایک اور مزدور نے اپنی ابتری کی داستان بتاتے ہوئے کہا کہ ''دس سال کام کرنے کے باوجود بھی مشکل سے ہی زندہ ہوں''۔ امریکہ میں نیسلے کے خلاف تھائی لینڈ میں غلام مزدور اور آئیوری کوسٹ میں بچوں سے مزدوری کروانے پر اگست 2015 سے مقدمہ چل رہا ہے۔[84]

یونین سازی میں رکاوٹیں

نیسلے کی اپنے مزدوروں پر یونین سازی کرنے پر دھمکی دینے اور یونین لیڈر وممبران کے قتل کی خبر بھی کچھ عرصے قبل سامنے آئی۔ اس حوالے سے کولمبیا کی آٹھ شہادتیں بھی قابل ذکر ہیں لیکن ہمیشہ کی طرح تحقیقات میں نیسلے کا اس قتال سے کوئی تعلق نکل کر سامنے نہیں آیا۔[85] واضح رہے کہ یونین سازی کرنا مزدوروں کا قانونی حق ہے۔

خلاصہ

نیسلے پاکستان میں اپنی بہت سی مصنوعات کا کاروبار کرتا ہے جو اسے بیش بہا منافع کما کر دیتی ہیں۔ ان مصنوعات نے نیسلے کو پاکستان کی ایک بڑی کمپنی بنا رکھا ہے۔ سب سے اہم پہلو یہ کہ نیسلے اور اس جیسی کمپنیاں ان بنیادی ضروریات کو کہ جن پر ہر شہری کا بنیادی حق ہے، جس میں دودھ اور پانی جیسی اہم ترین اشیاء شامل ہیں، تجارتی مصنوعات بنا کر نہ صرف منڈی میں بیچنے کے لیے لے آئی ہیں بلکہ ان بنیادی ضروریات کے روایتی اور سرکاری طریقہء حصول کو کم حیثیت قرار دینے میں مسلسل سرگرم عمل ہیں۔ سرکار کو جہاں اس کی بہتری کے لیے اقدامات کرنے چاہیے تھے، اس نے ان کمپنیوں کو جگہ بنا کر دی۔ یقیناً ہماری حکومت اپنے آقاؤں کی نیولبرل پالیسیوں کے تحت نیسلے اور اس جیسی کئی کمپنیوں کے ہاتھوں یرغمال ہے۔

پاکستان میں صاف اور صحت افزوں پینے کے پانی کی فراہمی کا نظام خراب ہونا بلکہ نہ ہونا بھی نیسلے اور اس جیسی کمپنیوں کا جواز قائم رکھنے اور ان کی مصنوعات کے فروغ و فروخت کا باعث ہے اور کوئی قباحت نہیں کہ یہ کمپنیاں ان انتظامات کی بہتری میں رکاوٹیں حائل کرنے کا بھی باعث ہوں کہ اگر فراہمی آب کا نظام بہتر ہوگیا تو ان کمپنیوں کی مصنوعات کی مانگ میں کمی ہونے کے باعث ان کمپنیوں کے منافع میں بھی کمی واقع ہوگی۔ اگر ہمارے نلکوں میں صاف ستھرا پانی آ رہا ہوگا تو کون ان کمپنیوں سے پانی کی مہنگی بوتلیں خریدے گا؟

نیسلے ایک طرف تو پھلوں کے رس، دودھ، دہی، ملائی اور پانی سمیت دیگر اشیاء کو ڈبوں میں پیک

کر کے بیچ رہا ہے اور دوسری طرف ان کے ایک دم خالص ہونے اور عوام کی صحت کا ضامن ہونے کا دعویٰ بھی ازخود کرتا ہے۔ حقیقت پسند اور شعور کے آئینے میں یہ دونوں باتیں آپس میں متضاد دکھائی دیتی ہیں۔ مزید یہ کہ ان مصنوعات کی تیاری میں کسانوں، مزدوروں، ماحولیات، روایات اور قدرتی ذخائر کا استحصال وہ سیاہ بادل ہیں جو منافع کی چکا چوند میں دکھائی نہیں دیتے مگر حقیقت یہ ہے کہ بنیادی ضروریات زندگی جب کاروبار کی صورت اختیار کرتی ہیں تو زیست فاقوں اور پیاس سے مرتی ہے جس کا المناک مظاہرہ سندھ کے علاقے تھر، قحط بنگال اور افریقہ کے علاقوں میں ماضی میں رونما ہونے والے حالات سے بخوبی ہوتا ہے۔ مستقبل میں اگر ان حالات پر قابو نہیں پایا گیا تو عوام کا یہی مقدر رہے گا۔

لفظ آخر

کسی وقت میں ریاست طاقتور ادارہ ہوا کرتی تھی مگر آج کی حقیقت کچھ تبدیل ہوگئی ہے۔ یہ بین الاقوامی کمپنیاں ریاست سے زیادہ طاقتور بن گئی ہیں۔ یہی وہ کمپنیاں ہیں جو اپنے مفاد کے خاطر ملکوں کی حکومتیں تک بدلوا دیتیں ہیں۔ قانون میں تبدیلیاں لے آتی ہیں۔ ملکوں کے مابین جنگیں کروادیتی ہیں۔ ضرورت یہ جاننے کی ہے کہ ہمارے مد مقابل کون کھڑا ہے؟ کون ہے جس کا مفاد اور ہمارا مفاد آپس میں ایک نہیں بلکہ متضاد ہے؟

حوالہ جات

1. Nestle. "Good food, good life: Celebrating 150 years of Nestle." Nestle, Jan 1, 2016. Accessed fromhttp://www.nestle.com/media/newsandfeatures/nestle-150-years
2. DuBois, Shelley. "Nestle's Brabeck: We have a 'huge advantage' over big pharma in creating medical foods." Fortune, April 1, 2011. Accessed from http://archive.fortune.com/2011/04/01/news/companies/nestle_brabeck_medical_foods.fortune/index.htm
3. Fortune. "Nestle." Fortune Global 500, 2015. Accessed from http://fortune.com/global500/nestle-70/
4. Nestle. "Annual Report 2014." Accessed from https://www.nestle.com/asset-library/documents/library/documents/annual_reports/2014-annual-reportfen.pd
5. DuBois, Shelley. "Nestle's Brabeck: We have a 'huge advantage' over big pharma in

creating medical foods."
6. United Nation Conference on Trade and Development (UNCTAD). "World Investment Report 2004: The shift towards services." United Nations, New York, Geneva 2004, p. 279. Accessed from http://unctad.org/en/Docs/wir2004_en.pdf
7. Nestle. "About Nestle Pakistan Ltd." Nestle. Accessed from http://boi.gov.pk/UploadedDocs/Downloads/SuccessStories/Nestle.pdf
8. Nestle. "Offices & factories." Nestle. Accessed from http://www.nestle.pk/aboutus/nestleinpakistan/offices-and-factories
9. Nestle. "About Nestle Pakistan Ltd." Nestle.
10. Nestle Pakistan. "About us." Nestle. Accessed from https://nestlepakistan.wordpress.com/about/
11. Rosemann, Nils. "Drinking water crisis in Pakistan and the issue of bottled water: The case of Nestle's Pure Life." Swiss Coalition of Development Organisations and Action Aid Pakistan, April 2005, p. 18. Accessed from http://www.alliancesud.ch/en/policy/climate/downloads/nestle-pakistan.pdf
12. Ibid.

نیسلے اشیاء کی قیمتیں جہاں بھی استعمال کی گئی ہیں وہاں درج ذیل حوالہ سے مدد لی گئی ہے۔

13. Nestle. "Ask Nestle." Nestle. Accessed from http://www.nestle.pk/brands/ask-nestle
14. Doorstep. "Nestle Milk Pak 250ml." Doorstep. Accessed from http://www.doorstep.pk/Nestle-Milk-Pak-250ML
15. AwamiWeb. "Nestle Milkpak price down to Rs. 110." AwamiWeb, Mar. 25, 2015. Accessed from http://www.awamiweb.com/nestle-milkpak-price-down-to-rs-110-78331.html
16. Nestle. "Nestle Pure Life." Nestle. Accessed from http://www.nestle.pk/brands/bottledwater/nestle-pure-life-detail
17. Rosemann, Nils. "Drinking water crisis in Pakistan and the issue of bottled water: The case of Nestle's Pure Life." P. 22.
18. Ibid.
19. Euromonitor International. "Soft drinks: Bottled water in Pakistan." Euromonitor International, June 2015 http://www.euromonitor.com/bottled-water-in-pakistan/report
20. Rosemann, Nils. "Drinking water crisis in Pakistan and the issue of bottled water: The case of Nestle's Pure Life." P. 21.
21. Shoprex. "Nestle water 5l bottle." Shoprex. Accessed from http://shoprex.com/foods/grocery/nestle-water-5l-bottle-mpid8767
22. PakReviews. "Nestle juices - rise & shine to life." Pakreviews. Accessed from http://www.pakreviews.com/nestle-juices-rise-shine-life
23. Commerce Solution. "Report on Nestle water Marketing strategy." Commerce

Solution, July 5, 2010. Accessed from http://commerceplus.blogspot.com/2010/07/report-on-nestle-water-marketing.html

24۔ احمد، جنید۔ ''مال مویشی شعبے پر بین الاقوامی کمپنیوں کا قبضہ''۔ چیلنج، جلد 8، شمارہ 2، مئی تا اگست، 2015، صفحہ 25۔

25. USAID and Dairy and Rural Development Foundation. "Dairy Project." USAID Dairy Project, 2012. Accessed from http://www.dairyproject.org.pk/themes/html/

26۔ احمد، جنید۔ ''مال مویشی شعبے پر بین الاقوامی کمپنیوں کا قبضہ''۔

27. Nestle. "Rural develpment." Nestle. Accessed from http://www.nestle.pk/csv/ruraldevelopment/rural-development

28۔ ان بنیادی ٹیسٹ میں مندرجہ ذیل شامل ہیں:

Alcohol-Precipitate Test, Clots on Boiling, Organoiptic Test, Starch, Glucose, Salt Test, Sorbitol, Fat Test, Solids Non Fat (SNF), Acidity Test, pH and Detergent

29. Gallup and Gilani Pakistan. "Milk consumption in Pakistani households: Finding from a nation wide surway." Gallup & Gillani Pakistan, May 5, 2011, p. 7. Accessed from http://www.gilanifoundation.com/homepage/30years/MilkConsumption.pdf

30. Ibid, p . 10.

31. The News. "Nestle partners with PMYBL." The News International, Lahore, Pakistan, May 23, 2015, p. 17. Accessed from http://www.thenews.com.pk/print/41920-nestle-partners-with-pmybl

32. Nestle Pakistan. "Chaunsa project." Nestle Pakistan. Accessed from http://www.nestle.pk/csv/ruraldevelopment/chaunsa-project

33. Pakistan Council of Science & Industrial Research (PCSIR). "Food & Biotechnology Research Centre." PCSIR, Ministry of Science & Technology, Government of Pakistan. Accessed from http://www.pcsir.gov.pk/fbrc.html

34. Nestle. "Nestle, PCSIR to hold seminar to mark World Health Day." Nestle, Lahore, Pakistan, Apr. 6, 2015. Accessed from http://www.nestle.pk/media/pressreleases/Nestle-PCSIR-to-hold-seminar-to-mark-World-Health-Day

35. Nestle Pakistan. "Reports for the nine months period ended September 30, 2015." Nestle, Lahore, Pakistan, p. 3. Accessed from http://www.nestle.pk/asset-library/documents/financial_reports/nine-months-ended-2015.pdf

36. Jamal, Nasir. "Fall in consumer spending?" Dawn, Dec 7, 2015. Accessed from http://www.dawn.com/news/1224592

37. Nestle Pakistan. "What is creating shared value?" Nestle Pakistan. Accessed from http://www.nestle.pk/csv/whatiscsv

38۔ نیسلے۔ ''نیسلے کارپوریٹ کے کاروباری اصول''۔ جون 2010، صفحہ 5۔ مواد اس ویب سائٹ سے حاصل کیا گیا ہے:

http://www.nestle.com/asset-library/documents/library/documents/corporate_social_

responsibility/nestle_corporate_business_principles_urdu_pakistan.pdf
39. Nestle Pakistan. "Creating shared value." Nestle Pakistan. Accessed from http://www.nestle.pk/csv/whatiscsv/home
40. Acree, S. F. "On the detection of Formaldehyde in milk." Johns Hopkins University, Baltimore, Maryland, United States, February 26, 1906. Accessed from http://www.jbc.org/content/2/1/145.full.pdf
41. New York State Department of Agriculture And Markets. "Sampling producer milk circular 278." New York State Department of Agriculture And Markets, Division of Milk Control & Dairy Services, Albany, New York, USA, p. 28. Accessed from http://www.agriculture.ny.gov/DI/Laws%20in%20PDF/Sampling%20Producer%20Milk.pdf
42. TheNetwork for Consumer Protection. "Formalin in Nestle Pakistan milk." Consumer Report, Release No: 017/06, TheNetwork for Consumer Protection, Dec. 13, 2016, p. 1. Accessed fromhttp://www.waba.org.my/resources/wabalink/pdf/Issue42/Insert1_42.pdf
43. National Cancer Institute. "Formaldehyde and cancer risk." National Cancer Institute, National Institute of Health, U.S. Department of Health and Human Services. Accessed from http://www.cancer.gov/about-cancer/causes-prevention/risk/substances/formaldehyde/formaldehyde-fact-sheet
44. International Agency for Research on Cancer. "IARC Monographs on the Evaluation of Carcinogenic Risks to Humans Volume 88: Formaldehyde, 2-Butoxyethanol and 1-tert-Butoxypropan-2-ol." International Agency for Research on Cancer, World Health Organisation, Lyon, France, June 2006. Accessed from http://monographs.iarc.fr/ENG/Monographs/vol88/mono88.pdf
45. National Toxicology Program. "Report on Carcinogens, Twelfth Edition." National Toxicology Program, U.S. Department of Health and Human Services, June 10, 2011. Accessed fromhttp://ntp.niehs.nih.gov/go/roc12
46. News. "Formaldehyde confirmed as known human carcinogen." The National Academies of Science, Engineering and Medicine, National Research Council, August 8, 2014. Accessed from http://www8.nationalacademies.org/onpinews/newsitem.aspx?RecordID=18948
47. U.S.Department of Health and Human Services. "Household products database." U.S. Department of Health and Human Services. Accessed from http://householdproducts.nlm.nih.gov/cgi-bin/household/list?tbl=TblManufacturers&alpha=N
48. Edward, Dr. "The hidden Formaldehyde in everyday products." Global Healing Centre, October 21, 2015. Accessed from http://www.globalhealingcenter.com/natural-health/formaldehyde/

49. U.S. Department of Health and Human Services. "Household products database." Accessed from http://householdproducts.nlm. nih.gov/cgi-bin/household/list?tbl=
TblBrands&alpha=A
50. U.S. Department of Health and Human Services. "Household products database." Accessed from http://householdproducts.nlm.nih.gov/cgi-bin/household/brands?
tbl=manu&id=14021
51. TheNetwork for Consumer Protection. "Formalin in Nestle Pakistan milk." P. 2.
52. Gucciardi, Anthony. "Nestle CEO: Water is not a human right, should be privatized." Natural Society, April 23, 2013. Accessed from
http://naturalsociety.com/nestle-ceo-water-not-human-right-should-be-privatized/
53. The Huffington Post. "GMO protest." The Huffingtonm Post. Accessed from http://www.huffingtonpost.com/news/gmo-protest/
54. Huffpost Green. "Washington to vote on GMO labeling law." The Huffington Post, November 05, 2013. Accessed from http://www.huffingtonpost.com/2013/11/05/washington-
gmo-labeling-vote_n_4217836.html
55. Sarich, Cristina. "64 nations say no to GMO, yet US govt nears illegal GMO labeling." Natural Society. July 30, 2015. Accessed from http://naturalsociety.com/64-nations-say-no-to-
gmo-yet-us-govt-nears-illegal-gmo-labeling/
56. Corporate Watch. "Promoting of GM food." Corporate Watch, June 10, 2005. Accessed from https://corporatewatch.org/company-profiles/nestl%C3%A9-sa-corporate-crimes#gm
57. Just-food. "Thailand: Nestle threatened with boycott over GM ingredients." Just-food, March 17, 2003. Accessed from http://www.-
just-food.com/news/nestl%C3%A9-
threatened-with-boycott-over-gm-ingredients_id68303.aspx
58. Kloppenburg, Jack Ralph. "First the seed: The political economy of plant biotechnology, 1492-2000." University of Wisconsin, 2004.
59. AFP. "India state files case against Nestle for Maggi noodles lead recall." The Express Tribune, June 1, 2015, p. 8. Accessed from http://tribune.com.pk/story/895273/india-state-
files-case-against-nestle-for-maggi-noodles-lead-recall/
60. Tirmizi, Farooque. "Frugal innovation: Pharmagen eyes affordable bottled water market." The Express Tribune, June 5, 2013. Accessed from http://tribune.com.pk/story/558819/
frugal-innovation -pharmagen-eyes-affordable-bottled-water-market/
61. Ebrahim, Zofeen T. "In Pakistan, bottled water may be unfit to drink." Dawn, June 20, 2015. Accessed from http://www.dawn.com/news/1189188

62. Tirmizi, Farooque. "Frugal innovation: Pharmagen eyes affordable bottled water market."
63. Pakistan Council of Research in Water Resources. "Quarterly report: Bottled water quality, July - September, 2015." Pakistan Council of Research in Water Resources, Ministry of Science and Technology. Accessed from http://www.pcrwr.gov.pk/Btl_wr_report/Bottled%20water%20July-September%202015.pdf
64. Rosemann, Nils. "Drinking water crisis in Pakistan and the issue of bottled water." P. 20.
65. Alkaline Water Plus. "Analyzing & Comparing brands of bottled water." Alkaline Water Plus. Accessed from https://alkalinewaterplus.com/analyzing-comparing-brands-of-bottled-water/
66. Rosemann, Nils. "Drinking water crisis in Pakistan and the issue of bottled water." P. 21.
67. Gucciardi, Anthony. "Nestle CEO: Water is not a human right, should be privatized."
68. MCPS. "The life of plastic bottle." MCPS. Accessed from http://www.montgomeryschoolsmd. org/uploadedfiles/curriculum/outdoored/programs/waterbottlefactpages.pdf
69. Nestle Waters. "Creating shared value report." Nestle Waters, 2011, p. 24. Accessed from http://www.nestle.com/asset-library/docu ments/library/documents/about_us/nestl%C3%A9_waters_csv_report_2011.pdf
70. Zeratsky, Katherine. "Nutrition and healthy eating: What is BPA, and what are concerns about BPA?" Mayo Clinic, May 21, 2013. Accessed from http://www.mayoclinic.org/healthy-lifestyle/nutrition-and-healthy-eating/expert-answers/bpa/faq-20058331
71. MCPS. "The life of plastic bottle." MCPS.
72. Ahmad, Jawad. "Top milk producing countries of the world." Veterinary Hub, May 3, 2013. Accessed from http://www.veterinaryhub.com/top-milk-producing-countries-of-world/
73. Nestle Pakistan. "Project WET." Nestle Pakistan. Accessed from http://www.nestle.pk/csv/water/project-wet
74. Food & Biotechnological Research Centre. "Collaborative Industries." PCSIR, Ministry of Science & Technology, Govt. of Pakistan. Accessed from http://www.pcsir.gov.pk/fbrc.html
75. Nestlé. "Nestlé and Water: Sustainability, Protection, Stewardship." Nestle, p. 63. Accessed from http://www.nestle.it/asset-library/documents/pdf_nostri_report/23_nestle_water1.pdf
76. Rosemann, Nils. "Drinking water crisis in Pakistan and the issue of bottled water." P. 19.
77. Ibid, p. 22.

78. Bottled life. “Bottled life: The truth about Nestle’s business with water.” Bottled life, 2011. Accessed from http://www.bottledlifefilm.com/index.php/the-story.html
79. Corporate Watch. “Illegal extraction of groundwater.” Corporate Watch. Accessed from https://corporatewatch.org/company-profiles/ nestl%C3%A9-sa-corporate-crimes#water
80. Corporate Watch. “Unethical marketing of artificial baby milk.” Corporate Watch, June 10, 2015. Accessed from https://corporatewatch.org/company-profiles/nestl%C3%A9-sa-corporate-crimes <?>
81. Campaign for Ethical Marketing. “Nestle still the worst of the baby food companies.” Baby Milk Action. Accessed from http://archive.babymilkaction.org/CEM/compjune04.html#3
82. Campaign for Ethical Marketing. “How Nestle uses the ‘breast is best’ notice to endorse its breastmilk substitutes.” Baby Milk Action. Accessed from http://archive.babymilkaction.org/CEM/compjunejuly01.html
83. Corporate Watch. “Exploiting farmers.” Corporate Watch. Accessed from https://corporatewatch.org/company-profiles/nestl%C3%A9-sa-corporate-crimes#farmers
84. Nguyen, Katie. “Nestle admits to slave labor, may prompt other companies to come clean.” Huffpost Impact, Huffington Post, November 25, 2015. Accessed from http://www.huffingtonpost.com/entry/nestle-admits-to-using-slave-labor-groups-hope-other
-companies-will-come-forward_5655cec6e4b08e945fea9729
85. Corporate Watch. “Union busting.” Corporate Watch. June 10, 2005. Accessed from https://corporatewatch.org/company-profiles/nestl%C3%A9-sa-corporate-crimes#union
86. Nestle Pakistan. “Third quarter report 2016.” Nestle, Pakistan, p. 3. Accessed from http://www.nestle.pk/asset-library/documents/financial_reports/third_quarter_report_2016.pdf

مونسانٹو کا جائزہ

تحریر: محمد مجتبیٰ

تعارف

اٹھارویں صدی کے صنعتی انقلاب کے بعد سرمایہ داری نے بہت تیزی سے فروغ پانا شروع کیا۔ پہلی دنیا آہستہ آہستہ جاگیرداری نظام سے نکل کر سرمایہ دارانہ نظام میں داخل ہوتی چلی گئی اور تیسری دنیا جاگیرداری اور سرمایہ داری کے تذبذب میں پھنستی گئی جس نے یہاں کی دیہی اور شہری آبادی میں بہت بڑا فاصلہ پیدا کر دیا۔ ناقدین نے سرمایہ دارانہ نظام کو غلامی اور جاگیرداری نظام سے بہتر تو ضرور گردانا مگر وقت کے ساتھ اس نظام نے بڑی بھیانک شکل اختیار کی اور تہذیب انسانی کی تمام تر قدریں مجروح ہونا شروع ہوگئیں۔ طریقہ پیداوار، رشتہ پیداوار اور اجرت کے ڈھنگ تبدیل ہونے سے سماج میں کئی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ کارخانے، فیکٹریاں اور فیکٹریاں، کمپنیاں بن گئیں جنھوں نے بعد میں بین الاقوامی کمپنیوں کی شکل اختیار کی۔ ان کمپنیوں نے آہستہ آہستہ تمام امور زندگی اور بنیادی ضروریات زندگی کو مصنوعات بنا کر کاروبار اور منافع کے چنگل میں پھنسانا شروع کیا اور دولت اکٹھا کرنے کے نت نئے طریقے روا کیے۔ حصول منافع کی اس دوڑ نے کھیتی باڑی اور زرعی شعبہ کو بھی بری طرح متاثر کیا۔ بیسویں صدی کے شروع میں ہمارے کسانوں، ہماری زمین اور ہماری خوراک کو سرمایہ داری نظام روندتا چلا گیا جس میں کیمیائی مادوں اور حیاتیاتی تجربوں کا بھی عمل دخل رہا۔ منافع اور قدر زائد کی ہوس نے مفاد پرست ٹولے کے ان تجربات کے نتیجے میں ایجاد ہونے والی اشیاء کا صحت، سماج اور ورثے سمیت کسی پیمانے پر پرکھنا ضروری نہیں سمجھا اور بے تحاشہ پیداوار کے ذریعے دنیا میں اپنی اجارہ داری قائم کرنے کی دھن میں لگے رہے اور دنیا کو ''صنعتی زراعت'' جیسی ایک نئی اصطلاح سے متعارف کرایا۔ ان دیوہیکل زرعی کمپنیوں میں مونسانٹو سرفہرست ہے۔

مونسانٹو کیا ہے؟

1901 میں جان فرانسس قیونی نے اپنی زوجہ اولگا مونسانٹو کے نام پر مونسانٹو کمپنی کی بنیاد رکھی۔ امریکہ سے

تعلق رکھنے والی مونسانٹو ایک بین الاقوامی زرعی بائیوٹیکنالوجی کمپنی ہے۔[1] جس کے پوری دنیا میں 21,183 ملازم اور 66 ممالک میں 404 سہولتی سینٹر ہیں۔[2] مونسانٹو نباتات کش دوا اور جینیاتی تبدیلی والے بیج بنانے والی ایک بڑی کمپنی ہے جو کہ قریب 40 قسم کی زرعی مصنوعات کولیکر پوری دنیا میں کاروبار کرتی ہے[3] اور اپنے

جدول الف: مونسانٹو کی تاریخ اور مصنوعات*

سال	غذائی اجناس	نباتات کش، کیمیائی مادہ، مصنوعی بیج	کمپنی کی خرید/الحاق/پھیلاؤ
1901-1975	سیک رین، اسپرین، اسپرٹیم	رمروڈ،لسو، 2,4 ڈی، ایجنٹ اورنج، پی سی بی، پہلا ہائبرڈ مکئی کا بیج، یورینیم کی افزائش، حشرات کش دوا، پولیسٹرین، ڈی ڈی ٹی، ڈائی آکسن	زرعی ڈویژن کا قیام، خلیہ حیاتیات تحقیقی پروگرام
1976-1995	آر بی ایس ٹی آر بی جی ایچ، جینیاتی خوراک	راؤنڈ اپ، بی ٹی کپاس	سالمیاتی حیاتیات، بایوٹیکنالوجی تحقیقی سینٹر، دی لائف سائنسز ریسرچ سینٹر، بائیوٹیکنالوجی پودا اگایا
1996-1998	راؤنڈ اپ ریڈی کنولا تیل، سویا بین اور مکئی	راؤنڈ اپ ریڈی سویابین، کپاس کا مصنوعی بیج، کنولا راؤنڈ اپ ریڈی، مکئی کا مصنوعی بیج، مکئی راؤنڈ اپ ریڈی، دو غیر فطری خاصیتوں والا مکئی بیج	کال جین بائیوٹیک ریسرچ کمپنی کی خریدا اور ایگرا سیٹس کارپوریشن کے بایوٹیکنالوجی اثاثوں کا حصول، ایس گرونومکس سیڈ بزنس، ہولڈنز فاؤنڈیشن سیڈز، کارن اسٹیٹس ہائبرڈ سروس، ڈی کیب جینیٹکس کارپوریشن
2000-2007	سویا بین کا نیا مصنوعی بیج	کارن 2، فلکس کاٹن کا راؤنڈ اپ ریڈی، پروسیسر پریفرڈ کارن ہائبرڈ، جراثیم سے محفوظ مکئی، بالگارڈ انسیکٹ پروٹیکٹڈ کاٹن	فارمیسیا کارپوریشن، فائزر اور سالوٹیا، اسٹون وائل سیمنیس انکارپوریٹ، امریکن سیڈ انکارپوریٹ کا قیام و دیگر
2008-2015	بنی فورٹ بروکولی (سبزیوں کا برانڈ) سبزیوں کے مصنوعی بیج	وارنٹ، سویابین ٹیکنالوجی، جنیوٹی راؤنڈ اپ ریڈی الفلفا، جنیوٹی راؤنڈ اپ ریڈی شوگر بیٹ	ہائبرڈ مکئی کا ادارہ، شہد کی مکھی مشاورتی کونسل کا قیام، Aly Participacoes Ltda., Semillas Cristiani Bukard (SCB), De Ruiter Seeds Group, B.V.

* نوٹ: اس جدول کے لیے معلومات حوالہ 1 اور 12 سے لی گئی ہے۔

حصے داروں کے لیے بھاری بھرکم منافع پیدا کرتی ہے۔مئی 2015 میں مونسانٹو کا منڈی میں سرمایہ 55.7 بلین ڈالر تھا۔[4]

درجہ بندیاں

فارچیون 500 (Fortune500) کی عالمی عمومی درجہ بندی میں مونسانٹو 197 ویں نمبر پر ہے۔[5] اس کے علاوہ فوربز (Forbes) کی درجہ بندی کے مطابق مونسانٹو 2,000 کمپنیوں میں سے 420 ویں نمبر پر ہے۔[6] جبکہ مختلف کاروباری حیثیت سے مونسانٹو کے مختلف درجے ہیں۔[7] اس کے ساتھ ساتھ مونسانٹو 60 بڑی کمپنیوں میں سے عوامی نفرت[8] اور بدترین کمپنی کی درجہ بندی میں تیسرے نمبر پر ہے۔[9] نیچرل سوسائٹی نے 2011 میں مونسانٹو کو بدترین کمپنی قرار دیا۔[10] ایک سوئس تحقیقاتی ادارے کوویلنس (Covalence) نے 581 بین الاقوامی کمپنیوں کولیکر 45 مختلف ذمروں میں اخلاقی درجہ بندی کی تحقیق شروع کی۔ ادارے نے سات سال تک ان بین الاقوامی کمپنیوں کی معیار و مقدار کی بنیاد پر معلومات حاصل کیں۔ اس عمل کو سرانجام دینے کے لیے سوئس ادارے نے اپنی تحقیق سے معلومات اکٹھی کرنے کے ساتھ ساتھ انسانی حقوق کی تنظیموں، ذرائع ابلاغ کے اداروں اور غیر سرکاری تنظیموں سے بھی رابطہ کیا۔ اس سات سالہ تحقیق کے بعد کوویلنس نے مونسانٹو کو کم ترین اخلاقی درجہ بندی پر ٹھہرایا۔[11] مندرجہ بالا حوالوں کے علاوہ کئی دیگر تحقیقات اور سروے موجود ہیں جنھوں نے مونسانٹو کو بدترین،نفرت خیز، انسان دشمن اور ماحولیات کی تباہی کا ذمہ دارقرار دیا ہے۔ پوری دنیا سے مونسانٹو کے خلاف اس قسم کے رویے کی کچھ وجوہات ہیں۔ ان وجوہات کو زیرغور لانے کے لیے مونسانٹو کی تاریخ پر مختصراً نظر ڈالنی ہوگی۔ اس لیے ذیل میں مونسانٹو کی مختصر تاریخ فہرست کی صورت میں درج ہے اور ساتھ ہی تاریخ کے علاوہ مصنوعات پر ایک جدول (جدول الف) بھی پیش کیا جارہا ہے۔

مونسانٹو کی مختصر تاریخ[12]

1920s پولی کلورینیٹڈ بائی فینائلز (polychlorinated biphenyls/PCBs) متعارف کروایا۔

1930s پہلا ہائبرڈ مکئی کا بیج تیار کیا اور اس ٹیکنالوجی کو صابن، صنعتی صفائی کی مصنوعات، ڈٹرجنٹ، سینتھیٹک ربڑ اور پلاسٹک تک بڑھایا جو کہ یقیناً سب کی سب زہریلی مصنوعات ہیں۔

1940s کمپنی نے ڈائی آکسن کی مدد سے حشرات کش دوائیں بنائیں۔ جس کے استعمال سے ہماری خوارک، پانی اور ماحول آلودہ اور زہریلا ہونے کے ساتھ ساتھ قدرتی حشرات و نباتات کے خاتمے کی شروعات ہوئی۔ اسی دورانیہ میں کمپنی ایٹمی ہتھیار بنانے کی تحقیق میں حصہ دار رہی۔

1960s مونسانٹو نے ڈاؤ کیمیکل کے ساتھ ملکر ایجنٹ اورنج تیار کیا اور بڑے پیمانے پر اس کی پیداوار کی۔ اس کیمیائی مادے کو امریکی سرکار نے ویتنام جنگ میں استعمال کیا جس سے 30 لاکھ افراد متاثر اور پانچ لاکھ ویتنامی شہری ہلاک اور پانچ لاکھ ویتنامی بچے معذور پیدا ہوئے۔ اس کے اثرات سے ہزاروں امریکی سپاہی بھی متاثر ہوئے۔

دوسری طرف 1965 میں جی ڈی سیرل (G. D. Searle) نامی کمپنی نے مصنوعی مٹھاس پیدا کرنے والا کیمیائی مادہ اسپرٹیم بنایا۔[13] 1985 میں مونسانٹو نے جی ڈی سیرل کمپنی کو خرید لیا اور کچھ عرصے بعد نیوٹرا سوئیٹ (Nutra Sweet) کے نام سے ایک الگ ذیلی کمپنی بنادی جسکو 2000 میں مونسانٹو نے فروخت کردیا۔ نیوٹرا سوئیٹ کی بنائی ہوئی یہ مصنوعی مٹھاس دنیا کے 100 ممالک میں 5000 مصنوعات میں استعمال ہورہی ہے۔[14]

1990s مونسانٹو نے ڈائی آکسن اور حشرات کش دوا سمیت دیگر کینسر پیدا کرنے والے زہریلے مادوں کو پینے کے پانی میں پھینکنے پر اپنے خلاف اٹھنے والی آوازوں اور ریاست اور وفاقی قانون جو کہ مونسانٹو کو ایسا کرنے سے روک رہے تھے، شکست دینے میں کروڑوں روپے خرچ کر ڈالے۔ اس بات سے قطع نظر کہ اس عمل سے اس کے اپنے کارخانوں میں موجود مزدوروں اور آس پاس کے رہائشیوں کی صحت نہ صرف متاثر ہورہی ہے بلکہ وہ مختلف مہلک بیماریوں کا بھی شکار ہورہے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ نومولود بچوں میں بھی پیدائشی نقائص واضح ہورہے ہیں۔

ان حالات کے پیش نظر مونسانٹو پر مختلف ادوار میں کئی مقدمے دائر کیے گئے۔ ان میں سے ایک مقدمہ مونسانٹو کے خلاف 1945 سے 1947 تک جاری رہنے والی ایک تحقیق کے دوران 829

حاملہ عورتوں کو ان کی رضامندی کے بغیر ریڈیو ایکٹو آئرن کی شعاعیں دینے کا تھا۔ یہ فعل مونسانٹو نے امریکی سرکار کے ساتھ مل کر عورتوں کو ایک تجرباتی جنس کی طرح استعمال کرتے ہوئے اس لیے انجام دیا کہ وہ یہ مشاہدہ کر سکیں کہ اس عمل کے کیا نتائج ہونگے؟ سرکار نے 50 سال بعد ان خواتین کو معاوضہ ادا کیا۔[15]

عوامی صحت کے تحفظ کا ذمہ دار امریکی سرکاری ادارہ برائے خوراک و ادویات فوڈ اینڈ ڈرگ ایڈمنسٹریشن (Food and Drug Administration/FDA) نے مونسانٹو کی سینتھیٹک بووائن گروتھ ہارمون (Synthetic Bovine Growth Harmone/rBGH) منظور کر لی جو کہ جینیاتی تبدیلی والے بیکٹیریا ای کولی (E. Coli) سے بنائی گئی تھی۔

1990 کی دہائی میں ہی کمپنی نے جینیاتی تبدیلی والی فصلوں کی پیداوار شروع کی جس سے شہد کی مکھیاں معدوم ہونے لگیں۔ شہد کی مکھیوں کی تیزی سے مرنے کی ایک بڑی وجہ فصلوں کی ساخت میں اور ان پر چھڑکا جانے والا زہر تھا۔ اس تباہ کن عمل کے خلاف اٹھنے والی آوازوں اور تنقید کے ردعمل پر مونسانٹو نے بی او لاجکس (Beeologics)، شہد کی مکھیوں پر تحقیق کرنے والی سب سے بڑی کمپنی خرید لی۔

2000s امریکی حکومت نے کولمبیا میں اربوں ڈالر کی راؤنڈاپ نباتات کش دوا کا فضائی اسپرے کیا[16] جس کی وجہ سے بڑے پیمانے پر ماحولیاتی تباہی ہوئی۔ ہزاروں کی تعداد میں جانور اور مچھلیاں مر گئیں، انسانوں میں سانس کی بیماریاں اور کینسر سے اموات میں بے تحاشہ اضافہ ہوا لیکن ان سب کو غیر معمولی اتفاق مان کر درگزر کیا گیا اور فضائی اسپرے کو جاری رکھا گیا۔[17]

مونسانٹو کی مصنوعات

مونسانٹو کی تاریخ پر سرسری سی نظر ڈالنے کے بعد مونسانٹو کی 10 سب سے زیادہ خطرناک اور نقصاندہ مصنوعات کی فہرست یوں اخذ ہوتی ہے:

- سیک رین
- پولی کلورینیٹڈ بائی فینائلز (پی سی بیز)
- 2، 4 ڈائی کلوروفین آکسی ایسیٹک ایسیڈ (2، 4 ڈی)
- ایجنٹ اورنج
- اسپرٹیم
- ڈائی کلورو ڈائی فینائل ٹرائی کلورو ایتھین (ڈی ڈی ٹی)
- ایٹمی ہتھیار
- ریکمبیننٹ بووائن گروتھ ہارمون
- راؤنڈاپ
- جینیاتی خوراک

سیک رین

مونسانٹو کی پہلی صنعتی شے سیک رین تھی جس کی پیداوار مونسانٹو نے 1901 میں شروع کی۔ سیک رین کا باعث کینسر ہونے کی بحث اور تحقیق اس جدید دور میں بھی کسی منطقی انجام تک نہ پہنچ سکی اور اس کی پیداوار اسی شبہ کے ساتھ اب تک جاری ہے۔ مونسانٹو نے سیک رین کوکا کولا کمپنی کو مشروبات میں مصنوعی مٹھاس پیدا کرنے کے لیے فراہم کی۔ سیک رین کے زہریلے اور مضر صحت اثرات کے بارے میں حکومت امریکہ جانتی تھی۔ حکومت وقت نے عدالت میں مونسانٹو کی اس شے کے خلاف مقدمہ بھی دائر کیا مگر جیسے کہ ہم جانتے ہیں کہ کمپنیاں حکومتوں سے زیادہ طاقتور ہوا کرتی ہیں اس لیے عدالت میں امریکی حکومت مقدمہ ہار گئی۔ مونسانٹو نے اس زہریلی شے کی پیداوار جاری رکھی جو کہ کوکا کولا کمپنی کے مشروبات کے ذریعے عوام الناس کے خون میں شامل ہوکر اپنے زہریلے اور مضر صحت اثرات دکھاتی رہی۔[18] بارِ دیگر حالیہ ہونے والی تحقیقات کے مطابق اضافی شامل کی جانے والی شکر انسانی دماغ اور اس کی جینیاتی کارکردگی کے لیے انتہائی مضر ہے۔[19]

پولی کلورینیٹڈ بائی فینائلز (پی سی بیز)

1920 کی دہائی میں جب مونسانٹو نے یہ کیمیائی مادہ متعارف کرایا تو سیارہ زمین پر بہت تیزی سے تباہی ہونا شروع ہوئی۔ یہ مادہ یعنی پی سی بیز بجلی کے آلات و دیگر اشیاء میں استعمال کیا جاتا ہے۔ آج بھی دنیا کو اس کیمیائی مادے سے تولیدی، بڑھوتی اور مدافعتی نظام میں خرابی کے ساتھ ساتھ باعث کینسر ہونے کی وجہ سے سنگین خطرات لاحق ہیں۔ امریکہ کی ریاست الاباما کے ایک چھوٹے سے شہر اے نیسٹن (Anniston) اور ریاست الی نوئے (Illinoise) کے ایک دیہات ساؤگٹ (Saugat)، جہاں پی سی بیز کو بنایا جاتا تھا،[20] سات سے آٹھ ماہ کے حمل کے دوران پیدائش اور اموات کی شرح سب سے زیادہ ہونے کی بھی خبر ہے۔ اس کے علاوہ یہ ماحولیات کے لیے بھی انتہائی مضر ثابت ہوا ہے۔[21] گرچہ کئی دہائیوں بعد اس مادے کی پیداوار پر 1979 میں امریکہ سمیت کئی ممالک میں پابندی لگ گئی مگر اب تک یہ ہمارے اجسام اور آب و ہوا میں موجود ہے۔ پچھلے 20 سال میں ہونے والی تحقیقات و دستاویزات سے یہ ثابت ہوا کہ مونسانٹو کو پی سی بیز کے انتہائی مضر صحت و ماحولیات اثرات کے بارے میں علم تھا مگر اس نے مجرمانہ خاموشی اختیار رکھتے ہوئے اس کی پیداوار کو جاری رکھا۔[22] مونسانٹو نے مختلف ممالک میں پی سی بیز کو مختلف ناموں سے بیچا تاکہ ایک جگہ ہونے والی تنقید سے دوسری منڈی متاثر نہ ہو اس لیے پوری دنیا کو آلودہ کرنے میں مونسانٹو اوّل درجہ کی ذمہ دار رہی۔

2، 4 ڈی (2,4-D)

2، 4 ڈی ایک کیمیائی مادہ ہے جو کہ جنگلی اور غیرضروری گھاس پھوس کو ختم کرنے کی غرض سے استعمال کیا جاتا ہے۔ عالمی ادارہ صحت (World Health Organization/WHO) کے تحت کینسر پر تحقیق کرنے والا بین الاقوامی ادارہ دی انٹرنیشنل ایجنسی فار ریسرچ آن کینسر (IARC) کے مطابق 2، 4 ڈی ایک قسم کا تیزاب ہے جو کہ کینسر پیدا کرنے والا مادہ ہے۔ یہ مادہ آکسی ڈیٹیو اسٹریس (Oxidative Stress) کو بڑھاوا دیتا ہے۔[23]
آکسی ڈیٹیو اسٹریس انسانی جسم میں پایا جانے والا ایک طریقہ کار ہے جو کہ عمر بڑھنے کے عمل میں اثر انداز ہونے کے ساتھ ساتھ دیگر کئی قسم کی بیماریوں کی وجہ بننے میں بھی ملوث ہوتا ہے۔ ان بیماریوں میں

الزائمرز، انجائنا، بے چینی، دل کی دھڑکنوں کا بے ترتیب ہونا (Arrhythmia)، دمہ، شریانوں میں فربہ مواد کا جمع ہونا (Atherosclerosis)، پیشاب کے اخراج میں پیچیدگی (Benign Prostatic Hyperplasia /BPH)، ہاتھ اور انگلیوں میں شدید درد کی ایک خاص بیماری (Carpal Tunnel Syndrome)، دوقطبی نفسیاتی مسئلہ (Bipolar Disorder)، کینسر، دل کی مختلف بیماریوں کے ساتھ بلند فشار خون، موتیا بند، پیٹ کا مرض (Celiac's Disease)، بچوں میں ذہنی نشوونما کے مسائل (Childhood Neurodevelopmental Disorders)، دائمی تھکاوٹ، سانس لینے میں دشواری، ناکامیء قلب، عمل انہضام کے اعضاء میں سوزش (Crohn's Disease)، ذہنی دباؤ، جلد کی سوزش، ذیابیطس، نامردگی، ریشہ یا پٹھوں کا درد، کھانے کی نالی بند نہ ہونے کی وجہ سے معدے کے تیزاب کا منہ میں آنا (Gastroesophageal reflux disease)، کالا موتیا، کولیسٹرول کی زیادتی (Hypercholesterolemia)، گلے کے غدود کا تیزی سے کام کرنے کی وجہ سے دل کی دھڑکن اور دیگر مسائل (Hyperthyroidism)، انفلوئنزہ، گردوں کی پتھری، مدافعتی نظام کا اپنے ہی جسم کے خلاف ہوکر ریشہ لحمی اور چربی کوختم کرنے کی بیماری جس میں مدافعتی نظام صحتمند حصوں کو بیماری سمجھ کر مارنا شروع کر دیتا ہے (SLE/Lupus)، لائم کی بیماری (Lyme Disease) جس میں جسم پر سرخ دھبے، کئی قسم کے درد اور شدید تھکن ہوتی ہے۔ یہ بیماری جوڑوں کے درد کا بھی موجب ہے، سوتے ہوئے سانس کا منقطع ہونا، کان بجنا اور شریانوں میں خون کا جم جانے کے سمیت دیگر بیماریاں شامل ہیں۔[24]

ایجنٹ اورنج

برطانیہ اور اس کے حامی ممالک نے جنگ عظیم دوئم کے بعد مالیئن ایمرجنسی (Malayan Emergency) کے دوران جنوبی مشرقی ایشیا میں اور امریکہ نے 1960 کی دہائی میں ویتنام جنگ کے دوران ویتنام کی فصلوں کو مکمل طور پر تباہ کرنے کے لیے مونسانٹو کارپوریشن اور ڈاؤ کیمیکلز کی مدد سے 2، 4 ڈی اور 2،4،5 - ٹی (2,4,5-T)[25] سے تیار کردہ ایجنٹ اورنج نامی دوا کا استعمال کیا جو کہ کئی قسم کے جلدی کینسر[26] کے علاوہ دیگر

کینسروں اور کئی قسم کی مہلک بیماریوں کا موجب ہے۔[27]

امریکہ نے ایجنٹ اورنج جنوبی ویتنام کے 66,000 مربع میل کے رقبے پر 12 ملین گیلن اسپرے کیا جس سے پانچ ملین ایکڑ پر پھیلے مینگر ووز اور دیگر پہاڑی جنگلات جبکہ پانچ لاکھ ایکڑ پر مشتمل فصلیں مکمل طور پر تباہ ہوگئیں۔[28] ریڈ کراس (Red Cross) کے ایک اندازے مطابق امریکہ کی جانب سے اس عمل کے نتیجے میں تیس لاکھ ویتنامی متاثر اور ڈیڑھ لاکھ بچے پیدائشی معذور پیدا ہوئے۔[29] اسی دوران اس اسپرے میں ایک اور مادہ ٹی سی ڈی ڈی (2,3,7,8-tetrachlorodibenzo-para-dioxin (TCDD)) جسے عام طور پر ڈائی آکسن (Dioxin) کہا جاتا ہے، ملایا گیا۔[30] ڈائی آکسن جو کہ انتہائی نقصان دہ مادہ ہے،[31] کم از کم 15 قسم کے کینسر، ذیابیطس، پیدائشی نقائص اور دیگر بیماریوں اور معذوریوں[32] کے ساتھ ساتھ ماحولیاتی آلودگی کی بھی وجہ ہے۔[33] ویتنام پر کیے گئے اس کیمیائی حملے[34] کے اثرات سے لاکھوں ویتنامی اور امریکی عوام متاثر ہوئے تھے جس کے اثرات اب تک کئی قسم کی بیماریوں اور معذوریوں کی صورت میں خاص طور پر ویتنام میں باقی ہیں۔ ابتدائی طور پر ڈائی آکسن ڈاؤ اور مونسانٹو نے بنایا تھا بعد میں کئی کمپنیاں اس کی پیداوار سے جڑ گئیں۔ بعد ازاں یہ عذر پیش کیا جانے لگا کہ اس کی تباہ کاریوں کا پیداواری کمپنیوں اور حکام کو علم نہیں تھا[35] لیکن ماہرین اور بعد میں ہونے والی تحقیقات سے یہ ثابت ہوا کہ امریکی حکام، عسکری سائنسدانوں، فوجی افسران اور کمپنیوں کو ڈائی آکسن کے اثرات کا بخوبی اندازہ تھا مگر انہوں نے جنگی جنونیت اور منافع کی ہوس میں اس حقیقت کو نظر انداز کیا کہ یہ کیمیائی مادے انسانی صحت اور حتیٰ کہ انسانی وحیوانی سمیت دیگر جانداروں کی نسلوں کے لیے بھی انتہائی تباہ کن اثرات کا حامل ہے۔[36] اس بات کا اظہار ویتنام پر ایجنٹ اورنج نامی کیمیائی مادہ پھینکنے والے طیاروں کو تیار کرنے والے امریکی فضائیہ کے سینئر سائنسدان ڈاکٹر جیمز کلیری جو کہ کیمیائی اسلحہ پیدا کرنے والے محکمہ سے تعلق رکھتے تھے، لکھتے ہیں کہ ”جب ہم نے 1960 کی دہائی میں نباتات کش ادویات کے منصوبے پر کام شروع کیا تو ہمیں نباتات کش ادویات میں ڈائی آکسن سے ہونے والی آلودگی اور اس کی ممکنہ تباہ کاری کا علم تھا۔ حتیٰ کہ ہم یہ بھی جانتے تھے کہ عسکری استعمال کے لیے جو محلول بنایا جارہا ہے اس میں ڈائی آکسن کی مقدار شہری استعمال سے زیادہ ہے لیکن اس طرح سے محلول بنانے کی رفتار تیز اور خرچہ کم تھا اور چونکہ یہ مادہ دشمن پر استعمال کیا جانا تھا اس لیے ہم میں سے کوئی بھی فکرمند نہ تھا“۔[37]

اسپرٹیم*[38]

حالیہ اسپرٹیم کی پیداوار نیوٹرا سوئیٹ کمپنی نیوٹرا سوئیٹ کے نام سے کر رہی ہے مگر نیوٹرا سوئیٹ کمپنی کی ویب سائٹ[39] پر اس کیمیائی مادے یعنی اسپرٹیم کا نام تک نہیں استعمال کیا گیا۔ کمپنی کی جانب سے ایسا کرنا محض ایک اتفاق نہیں بلکہ عوام الناس سے حقائق کی پردہ پوشی کی کوشش ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسپرٹیم میں ایسا کیا ہے کہ جس کو چھپانے کی سازش کی جارہی ہے؟

جیسا کہ پچھلے اوراق میں مونسانٹو کی تاریخ بیان کرتے وقت مختصر تذکرہ کیا جاچکا ہے کہ جی ڈی سیرل (G. D. Searle) نامی کمپنی نے مصنوعی مٹھاس پیدا کرنے والا کیمیائی مادہ اسپرٹیم کی پیداوار شروع کی جو کہ 1965 میں دوران تحقیق اتفاقاً ایجاد ہوگیا تھا۔[40] یہ کیمیائی مادہ اس وقت منڈی میں نیوٹرا سوئیٹ کے نام سے موجود ہے جسے کمپنی نے خوراک میں استعمال کے لیے موزوں بتایا لیکن FDA (ایف ڈی اے) کی تحقیق کے مطابق اس مصنوعی مٹھاس سے تجرباتی چوہوں کے دماغ میں رسولیاں اور سوراخ ہوگئے جس کی وجہ سے وہ مرگئے۔ یقیناً یہ کیمیائی مادہ انسانوں کے لیے بھی مضر اور باعث کینسر ہے۔ ایف ڈی اے نے جی ڈی سیرل کمپنی پر حقائق پوشیدہ رکھنے اور غلط بیانی کرنے پر تفتیشی تحقیقات شروع کیں لیکن اس کا کوئی حاصل حصول نہیں نکلا۔

اسپرٹیم کی منظوری کے لیے 70ء کی دہائی میں جی ڈی سیرل کمپنی نے ڈونلڈ رمسفیلڈ (Donald Rumsfeld) جو کہ جیرلڈ فورڈ اور جارج ڈبلیو بش کے دورِ صدارت میں امریکی سیکریٹری دفاع رہ چکے تھے، کو کمپنی کا چیف ایگزیکٹو آفیسر بنادیا۔ دوسری طرف سامیول اسکنر (Samuel Skinner) نے کچھ مہینوں بعد تفتیشی تحقیقات چھوڑ دیں اور امریکی دفتر اٹارنی (US Attorney's Office) سے مستعفی ہوگئے اور سیرل کمپنی کی لاء فرم میں شمولیت اختیار کرلی۔ 1980 کی دہائی کے بالکل آغاز میں ہی اسپرٹیم کے باعث کینسر اور زہریلے اثرات آشکار کرنے والی ناقابل تردید تحقیق کو لیکر ڈاکٹر جیری گویان (Dr. Jere Goyan) کیس دائر کرنے ہی والے تھے کہ ڈونلڈ رمسفیلڈ نے اپنے دوست اور سابق ماتحت افسر رونلڈ ریگن کے ذریعے ڈاکٹر جیری کو ہٹا کر ڈاکٹر آرتھر ہیئس (Dr. Arthur Hayes) کو ان کی جگہ ایف ڈی اے کا سربراہ مقرر کردیا۔ ڈاکٹر آرتھر ہیئس نے دفتر سنبھالتے ہی اسپرٹیم کو انسانی کھپت کے لیے موزوں قرار دیتے ہوئے 1981 میں

* اسپرٹیم کی زیادہ تر معلومات حوالہ 38 سے حاصل کی گئیں ہیں۔

خشک مصنوعات کے لیے اور بالخصوص 1983 میں مشروبات میں اس کے استعمال کو منظور کردیا۔[41]

نیشنل سوفٹ ڈرنک ایسوسی ایشن نے شروعات میں تو اسپرٹیم کی مخالفت کی مگر جلد ہی جب جی ڈی سیرل کمپنی نے ایسوسی ایشن کو یہ سمجھایا کہ یہ کیمیائی مادہ کریک کوکین سے زیادہ لت آور ہے تو ایسوسی ایشن نے صارفین کی صحت کے اوپر اپنے بے پناہ منافع کو ترجیح دیتے ہوئے خاموشی اختیار کرلی۔ سیک رین کی طرح اس بار بھی کوکاکولا نے اپنی ڈائٹ کولڈڈرنک میں اس کیمیائی مادے کا استعمال کیا۔ باقی کمپنیوں نے بھی بعد میں اپنے مشروبات میں اسپرٹیم کا استعمال کرکے کروڑوں روپے کمائے۔

1985 میں مونسانٹو نے جی ڈی سیرل کو خرید لیا[42] اور نیوٹرا سوئٹ کمپنی کے نام سے نئی ذیلی کمپنی بنادی۔ مونسانٹو نے اس شے کو منڈی میں رکھنے کے لیے امریکہ کے قومی ادارہ برائے کینسر (National Cancer Institute) کے افسران کو رشوت دینا شروع کردیا تاکہ وہ اس کے باعث کینسر ہونے اور فارمل ڈیہائڈ[43] کی موجودگی پر خاموشی برتیں۔[44]

نیورو سائنس کے موجد ڈاکٹر جان اولنے (Dr. John Olney) نے 1996 میں اسپرٹیم کی پیداوار کو روکنے کی کوشش کی اور ایف ڈی اے کے ٹاکسی کولوجسٹ ڈاکٹر اڈرین گروس (Dr. Adrian Gross) نے کانگریس میں کہا کہ بلاشبہ اسپرٹیم دماغ میں رسولیوں اور کینسر کا موجب ہے۔ ان کے علاوہ کئی اور ڈاکٹروں اور تحقیق دانوں کے مطابق اسپرٹیم سردرد، یاداشت کھونا، دورے پڑنا، نابینا ہونا، کوما اور کینسر کا بھی باعث ہے۔ یہ مادہ ریشہ یا پٹھوں کا درد، مخصوص اعصابی بیماری (Multiple Sclerosis/MS)، لوپس (Lupus)، اے ڈی ڈی (ADD): دھیان بٹنے کی ذہنی بیماری، ذیابیطس، الزائمرز اور ڈپریشن کے مرض کو سنجیدہ کرتا ہے۔ ڈونلڈ رمسفیلڈ کو مونسانٹو نے ان کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے 12 ملین ڈالر کا انعام (بونس) دیا۔[45]

ڈائی کلورو ڈائی فینائل ٹرائی کلورو ایتھین

مونسانٹو کیمیائی مادہ ڈائی کلورو ڈائی فینائل ٹرائی کلورو ایتھین (dichlorodiphenyltrichloroethane /DDT) کی پیداوار میں سرفہرست کمپنیوں میں سے تھا۔ ایک طرف

تو جنگوں میں سپاہی ہتھیاروں کے ذریعے موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے ہیں تو دوسری طرف ملیریا اور دیگر بیماریاں بھی ان کی جان کے درپہ ہوتی ہیں اور ایسا ہی پہلی اور دوسری جنگ عظیم کے دوران ہوا۔ 1939 میں دوسری جنگ عظیم کے دوران ملیریا اور طاعون سے نمٹنے کے لیے DDT (ڈی ڈی ٹی) کا استعمال کیا گیا۔[46] جنگ ختم ہونے کے بعد اس کیمیائی مادے کو حشرات کش دوا کے طور پر زرعی رقبے پر استعمال کرنے لگے۔ ڈی ڈی ٹی پہلا کیمیائی مادہ ہے جو کہ بڑے پیمانے پر حشرات کو مارنے کے لیے استعمال کیا گیا۔ 40 سال بعد اس کیمیائی دوا پر مضر صحت اور باعث کینسر و دیگر امراض کی وجہ سے پابندی عائد کی گئی۔[47] مگر جنوبی امریکہ، افریقہ اور ایشیا یعنی تیسری دنیا میں اس کی پیداوار ملیریا، جوؤں اور دیگر بیماریوں کے خاتمے کے نام پر اب بھی ہورہی ہے۔[48] اس مادے کے سب سے زیادہ مضر اثرات آبی حیات اور ماحول پر ہوتے ہیں۔[49] انسانی جسم میں پھیپھڑے، کلیجہ، گردے اور اس کے غدود کے ساتھ باقی اعضاء بھی متاثر ہوتے ہیں کیونکہ یہ کیمیائی مادہ انسانی جسم میں جمع ہوتا رہتا ہے۔[50] امریکی قومی ادارہ برائے کینسر (National Cancer Institute/NCI) کے شعبہ ماحولیاتی کینسر کے ڈائریکٹر ڈاکٹر ہیوپر (Dr. Hueper) نے ڈی ڈی ٹی کو واضح طور پر باعث کینسر مادہ قرار دیا ہے۔[51]

ایٹمی ہتھیار

دوسری جنگ عظیم شروع ہوتے ہی مونسانٹو نے ایٹم بم کے لیے یورینیم پر تحقیق شروع کی جو کہ بعد میں جاپان کے شہر ہیروشیما اور ناگاساکی پر گرائے گئے۔ اس حملے سے یکا یک لاکھوں جاپانی ہلاک اور کروڑوں افراد متاثر ہوئے۔ آج بھی اس بم کے اثرات ان شہروں میں مختلف بیماریوں، معذوریوں اور اپاہج بچوں کی پیدائش کی صورت میں عیاں ہیں۔[52] تاریخ انسانیت میں اس سے بڑھ کر بربریت اور دل سوز واقعہ رقم نہیں ہوا۔ ایٹمی ہتھیار کی افزائش کے اس پروگرام میں مونسانٹو کے ساتھ دیگر ادارے اور کمپنیاں بھی شامل تھیں۔ تاریخ میں یہ تحقیق مین ہٹن پروجیکٹ (Manhattan Project) کے نام سے جانی جاتی ہے۔[53]

ریکمبینینٹ بووائن گروتھ ہارمون

1994 میں مونسانٹو نے پہلی بائیوٹیکنالوجی شے ریکمبینینٹ بووائن گروتھ ہارمون (Recombinant bovine growth hormone/rBGH) یا ریکمبینینٹ بووائن سوماٹوٹراپن (Recombinant bovine somatotropin/rBST) کو پوزی لیک (Posilac) کے نام سے امریکہ میں فروخت کرنے کی منظوری حاصل کی۔[54] یہ دوا غیر فطری طور پر دودھ کی مقدار بڑھانے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ rBGH (آر بی جی ایچ) یا rBST (آر بی ایس ٹی) جینیاتی تبدیلی والے مصنوعی ہارمونز ہیں جو کہ دودھ دینے والی گائے یا دیگر مویشیوں کو بذریعہ انجکشن دیئے جاتے ہیں۔ اس انجکشن کے استعمال سے مویشی کی دودھ دینے کی صلاحیت 10 سے 15 فیصد بڑھ جاتی ہے۔ ایف ڈی اے نے اس مادے کی منظوری مونسانٹو کے ہی تحت ہونے والی تحقیق کے نتائج پر دیدی۔ یہ تحقیق کبھی منظر عام پر نہیں آئی۔[55] اس طرح مونسانٹو اور ایف ڈی اے کے مجرمانہ گٹھ جوڑ کی ایک اور مثال سامنے آتی ہے۔ بعد میں کئی اداروں اور لکھاریوں نے مونسانٹو کی اس دوا کو مویشیوں اور انسانوں کے لیے انتہائی مضر بتایا۔ اس انجکشن کے استعمال سے کسانوں کو کئی طرح کی مشکلات اور جانوروں میں 21 طرح کی بیماریاں درج ہوئیں۔[56] ایف ڈی اے سے منظور شدہ مونسانٹو کی مصنوعی آر بی جی ایچ جینیاتی تبدیلی والے بیکٹیریا یا ای کولی (E. Coli) سے بنائی گئی تھی۔[57] تحقیقی ادارے ای کولی کے اوپر سخت تنقید کرتے ہیں اور اس جینیاتی بیکٹیریا کو کئی قسم کے امراض اور جان لیوا بیماریوں کا باعث سمجھتے ہیں۔[58]

یہ بیکٹیریا انسانوں اور جانوروں دونوں کے لیے یکساں مضر اور باعث خطرہ ہے جو کہ پوری دنیا میں تیزی سے پھیل رہا ہے۔[59] مئی، 2016 میں شائع کی گئی بی بی سی کی ایک خبر کے مطابق امریکہ میں ایک خاتون ای کولی سے متاثر ہوئیں۔ جن پر تمام معلوم اینٹی بائیوٹکس دواؤں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ ایک بااثر رپورٹ کے مطابق اس طرح کے ''سپر بگ'' سے 2050 تک ہر تین سیکنڈ میں ایک ہلاکت ہوگی۔ ''سپر بگ'' ایسے بیکٹیریا یا جراثیموں کو کہا جاتا ہے جو کسی بھی قسم کی دوا کے خلاف مدافعت بنالیتے ہیں اور ان پر کوئی بھی اینٹی بائیوٹک دوا اثر نہیں کرتی۔[60]

جانوروں میں یہ بیکٹیریا تھنوں کی سوجھن اور کینسر (Mastitis) کا باعث ہوتے ہیں۔[61] اس

بیماری کے باعث دودھ میں خون اور پس شامل ہونے کا بھی خدشہ لاحق ہوتا ہے۔[62] اس مصنوعی ہارمون سے مویشیوں میں Mastitis (ماس ٹائیٹس) کی بیماری کے امکان 25 فیصد بڑھ جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ افزائش نسل میں مسائل، لنگڑا پن اور مویشیوں کی عمر بھی گھٹ جاتی ہے۔[63] اس دودھ کے انسانی استعمال سے پروسٹیٹ[64]، چھاتی[65]، پھیپھڑوں[66] اور آنتوں کا کینسر بھی ممکن ہے۔[67] ان کے علاوہ یہ کیمیائی فارمولا کئی قسم کے کینسر کا موجب ہے۔[68] پوری دنیا سے اٹھنے والی مخالفت کے باعث یورپی یونین، جاپان، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ اور کینیڈا نے اس مصنوعی ہارمون والے دودھ پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔[69] مونسانٹو کی آر بی جی ایچ ہارمون شامل مصنوعات کو حتیٰ کہ امریکہ کے بھی کئی خوردہ فروشوں نے رکھنا اور بیچنا بند کردیا ہے۔[70]

ایک جانب تو مونسانٹو اس زہر کو بیچ رہی ہے اور دوسری جانب وہ چھوٹی دودھ کی کمپنیوں کے خلاف مقدمہ بھی دائر کردیتی ہے جو اپنی مصنوعات کو اس مادے سے صاف کہہ کر بیچتے ہیں۔[71] اس کے علاوہ جن کسانوں نے اس انجکشن کو استعال کیا انہوں نے بھی دودھ خراب ہوجانے اور مویشیوں کے مرجانے کی صورت میں بہت نقصان اٹھایا۔[72]

1997 میں جب ایک امریکی ٹیلی ویژن چینل فوکس نیوز (Fox News) کے دو صحافیوں نے مونسانٹو کے اس دودھ کے متعلق تحقیقات کیں تو ان کی رپورٹ کو ازسرنو بدل کر پیش کیا گیا اور دونوں صحافیوں کو ملازمت سے بھی نکال دیا گیا۔ صحافیوں کے مطابق ان کی رپورٹ میں 83 دفعہ ترمیم کی گئی۔[73]

راؤنڈ اپ

راؤنڈاپ مونسانٹو کی متعارف کرائی جانے والی ایک اور زرعی شے، ایک نباتات کش دوا ہے۔ مونسانٹو راؤنڈ اپ کی پیداوار کرنے والی دنیا کی سب سے بڑی کمپنی ہے جس کا بنیادی جز گلائی فوسیٹ (glyphosate) ہے۔ راؤنڈ اپ ریڈی ماسوائے جینیاتی تبدیلی والے بیج کے زمین میں موجود ہر شے کو مار دیتا ہے۔ آہستہ آہستہ مونسانٹو نے سویابین، کپاس، کنولا اور پھر مکئی کی فصلوں کے لیے بھی راؤنڈ اپ ریڈی کی کئی اقسام منڈی میں متعارف کرائیں جن میں سے کچھ کا تذکرہ جدول الف میں کیا جا چکا ہے۔

وقت کے ساتھ ساتھ منڈی میں موجود حشرات و نباتات کش دوائیں غیر اثر ہوتی جاتی ہیں کیونکہ ان کے خلاف حشرات اور نباتات میں مدافعت پیدا ہوجاتی ہے اس لیے ہر کچھ عرصے بعد پہلے سے زیادہ سخت اور زہریلی دوا منڈی میں متعارف کی جاتی ہے۔ یعنی ہماری فصلوں میں شامل زہر کی مقدار اور اس کی شدت میں مسلسل اور سال با سال اضافہ ہوتا جارہا ہے۔[74] راؤنڈاپ پر ہونے والی تحقیقات نے اس سے لاحق خطرات اور مضرصحت عوامل کو کئی بار واضح کیا ہے۔ امریکی ادارہ برائے صحت (نیشنل انسٹیٹیوٹ آف ہیلتھ) کے تحت چلنے والی امریکی نیشنل لائبریری آف میڈیسن نے بھی اپنی تحقیق میں اس مادے کو کئی صحت کے مسائل[75] اور چھاتی کے کینسر کو بڑھاوا دینے کا موجب قرار دیا ہے۔[76] اس کے علاوہ تحقیق دانوں نے کئی اور بیماریوں مثلاً دھیان بٹنے کی ایک ذہنی بیماری (ADHD)، الزائمرز، پیدائشی نقائص، کینسر، دماغ کا کینسر، گردوں کے مسائل، دل کی بیماریاں، ہاضمے میں خرابی، ذیابطس، ذہنی دباؤ، کلیجے کا مسئلہ، موٹاپا اور سانس کی بیماری سمیت کئی دیگر بیماریوں کی وجہ بتایا ہے۔[77]

جینیاتی تبدیلی پر مبنی خوراک

جینیاتی خوراک سے مراد ایسے بیجوں سے حاصل کی جانے والی خوراک ہوتی ہے جس کے خلیہ میں موجود جینیاتی مواد کی قدرتی ترتیب میں سائنسی تیکنیک کے ذریعے غیر قدرتی رد و بدل کی گئی ہو۔ یہ تحقیق مونسانٹو جیسی چند بڑی کمپنیاں اپنے ملازم سائنسدانوں سے لیبارٹری میں کرواتی ہیں اور پھر اپنے کھیتوں میں اس بیج سے فصل کی پیداوار کرتی ہیں۔[78] مونسانٹو نے کوئی 30 سال پہلے جینیاتی تبدیلی پر مبنی بیج اور فصلوں پر تحقیق کرنا شروع کیا تھا۔ جینیاتی خوراک کے حامی اور مونسانٹو جیسی کمپنیوں کے حواری جینیاتی خوراک کو قدرتی خوراک کا نعم البدل گردانتے ہیں مگر مسئلہ یہ ہے کہ قدرتی بیج اپنے خلیہ میں تمام تر معلومات وراثتی طور پر رکھتا ہے جیسے کہ تمام جانداروں کے خلیے میں ممکن ہوتا ہے۔ جینیاتی اشیاء (جینز) میں کسی بھی جاندار کی تمام تر معلومات سے مراد اس کی خصوصیات، شکل وصورت، اوصاف، وظائف اور شناخت وغیرہ ہوتی ہے۔ جین میں ارتقائی معلومات اور اپنے ماحولیات سے مطابقت رکھ کر پروان چڑھنا اور پھر اسی ضمن میں اپنا تمام تر تجربہ اگلی نسل تک منتقل کرنے

کا علم بھی موجود ہوتا ہے۔

جینیاتی انجینئرنگ کے ذریعے سائنسدانوں نے جینز کے اظہار پر تجربات کے ذریعے اختیار حاصل کرنا شروع کیا اور مختلف نسلوں کے جینز کو باہم ملانا شروع کیا۔ یہ ملاپ اب مختلف اقسام اور مختلف نوع یعنی پودوں کی الگ الگ اقسام یا پودوں اور جانوروں کے درمیان کیا جانے لگا۔ دوسرے لفظوں میں جینیاتی انجینئرنگ کے ذریعہ نئے نئے جانداروں کی اقسام کی پیداوار شروع کی گئی جس کا مقصد نئی نئی مصنوعات منڈی میں متعارف کرا کے بے تحاشہ منافع کمانا اور منڈی پر قبضہ جمائے رکھنا تھا۔ اس سوال سے قطع نظر کہ اس کے بعد انسانی سماج اور اس کی بقاء کہاں جا کر کھڑی ہوتی ہے؟ اس کے ساتھ ساتھ عالمی تجارتی ادارہ (ڈبلیو ٹی او) کے ٹرپس معاہدے کے تحت نئی زندہ اقسام پر کمپنیوں نے ذہنی ملکیتی حقوق منوانے شروع کر دیئے اور عالم انسان اپنے اس عظیم ورثہ سے محروم ہونا شروع ہو گیا۔

مندرجہ بالا سطروں میں کہا جا چکا ہے کہ یہ کمپنیاں لیبارٹری میں ان جینیاتی بیجوں اور جانداروں کو تیار کرتی ہیں اس لیے ان میں وراثتی جینیاتی علم کی منتقلی ہونا ناممکن ہے۔ آج ہماری دنیا اس جینیاتی تبدیلی والی خوراک و دیگر اشیاء کی وجہ سے نت نئی بہت سی مہلک بیماریوں کا شکار ہے۔ نظام فطرت سے متصادم اس جینیاتی خوراک کو اب تک کی تحقیقات کے مطابق 22 مہلک بیماریوں کی وجہ بتایا جا رہا ہے۔[79] اس کے علاوہ انسٹیٹیوٹ آف ریسپونسیبل ٹیکنالوجی (Institute of Responsible Technology/IRT) کی شائع کردہ رپورٹ کے مطابق جس میں IRT (آئی آر ٹی) نے امریکی محکمہ زراعت اور امریکی ایجنسی برائے تحفظ ماحولیات (US Environmental Protection Agency) سمیت طبیعاتی رسالے اور عالمی تحقیقات کے تعاون سے آشکار کیا کہ امریکہ میں 18 ملین افراد اس جینیاتی خوراک کے استعمال کی وجہ سے گلوٹن کی بیماریوں (Gluten Maladies)[80] سمیت پیٹ اور آنتوں کے مرض میں مبتلا ہوئے ہیں۔[81] ایک اور تفصیلی دستاویز میں جینیاتی خوراک کو انتہائی مضر صحت و ماحولیات بتایا ہے۔ ساتھ ہی جینیاتی خوراک کے نقصاندہ نہ ہونے کے تمام تر شکوک و شبہات کو رد کرتے ہوئے اس کے غیر قدرتی و غیر فطری اور انسانوں و جانوروں اور حشرات و نباتات سمیت ماحولیات کے لیے خطرہ گردانا ہے اور اجناس کو پہنچنے والے نقصانات کو بھی آشکار کیا ہے۔[82] یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے کئی سائنسدان اور ڈاکٹر جینیاتی خوراک یا جینیاتی تکنیک کے شدید مخالف ہیں۔[83]

ڈاکٹر سوانسن نے اپنی ایک تحریر میں جینیاتی خوراک کو دائمی امراض، بانجھ پن اور پیدائشی معذوری و نقائص کی وجہ بتایا ہے۔[84]

خام مال کی فراہمی

آج بھی مونسانٹو کوکا کولا کے ساتھ ساتھ کئی دیگر خوراک کی کمپنیوں کو اپنی مصنوعات خام مال کے طور پر فراہم کرتی ہے۔[85] ان کے علاوہ اور بھی کئی کمپنیاں ہیں جو مونسانٹو سے اپنا خام مال خریدتی ہیں۔ اس فہرست کے کئی حوالوں میں سے ایک حوالہ پیش کیا جارہا ہے۔[86] حاصل شدہ فہرست کے مطابق خوراک کی دس بڑی کمپنیوں میں سے پانچ کو مونسانٹو خام مال فراہم کرتی ہے۔ جن میں کوکا کولہ کے علاوہ جنرل ملز، کیلوگز (Kelloggs)، پیپسی اور یونی لیور (Unilever) شامل ہیں۔[87] اسکے علاوہ دس وہ کمپنیاں جن کی مصنوعات زیادہ تر ہم خریدتے ہیں ان میں سے بھی سات کمپنیاں ایسی ہیں جو کہ مونسانٹو سے خام مال لیتی ہیں۔ ان کمپنیوں میں مندرجہ بالا پانچ کمپنیوں کے ساتھ کرافٹ (Kraft) اور پراکٹر اینڈ گیمبل (P&G) شامل ہیں۔ اس فہرست میں ان کمپنیوں کے علاوہ لپٹن، کنور، کڈبیری اور کیمپری سن سمیت کئی اور کمپنیاں بھی شامل ہیں۔[88] خام مال کے طور فراہم کی جانے والی اشیاء میں سیک رین، اسپرٹیم، آر بی جی ایچ، جینیاتی اجناس، جینیاتی سبزیاں اور جینیاتی پھل وغیرہ شامل ہیں۔[89]

مونسانٹو اور عالمی سرکاری ادارے

مندرجہ بالا پیراگراف میں مونسانٹو اور ایف ڈی اے کے گٹھ جوڑ کی بات ہوئی تھی۔ یہاں اس گھن چکر کی چند مثالیں قارئین کی نظر ہیں کہ جس میں مونسانٹو سے لوگ نکل کر دیگر عالمی وقومی سرکاری اداروں میں یا عالمی و قومی سرکاری اداروں سے نکل کر مونسانٹو میں ملازم ہوئے۔ مائیکل ٹیلر جو کہ 1976 میں ایف ڈی اے میں ایگزیکٹو اسسٹنٹ کمشنر ملازم ہوئے تھے 1981 میں ایک لاء کمپنی میں شامل ہوکر مونسانٹو کے وکیل بن گئے۔[90] 1991 میں لاء کمپنی چھوڑ کر پھر ایف ڈی اے کے ڈپٹی کمشنر مقرر ہوئے۔ 1996 میں مونسانٹو کی ''پبلک پالیسی''

کے نائب صدر بن گئے۔[91] اور پھر 2009 میں ایف ڈی اے کمشنر کے سینئر مشیر بن گئے۔[92]

یہ کوئی ایف ڈی اے کا اکیلا افسر نہیں تھا جس نے مونسانٹو کے لیے کام کیا بلکہ کئی لوگ مونسانٹو یا اس کی ذیلی کمپنیوں اور سرکاری عہدوں پر فائز رہ چکے ہیں جیسے کہ مارگریٹ مائیلر (Margaret Miller) جنھوں نے 1985 میں مونسانٹو میں شمولیت اختیار کی اور آر بی ایس ٹی کی منظوری کے لیے کوشاں رہیں پھر 1989 میں ایف ڈی اے کے سینٹر فار ویٹ ریزی میڈیسن (Center For Veterinary Medicine/CVM) میں نیو اینمل ڈرگ ایویلیوئشن (New Animal Drug Evaluation) کے ٹاکسی کولوجی ڈویژن میں بھرتی ہوگئیں۔ موصوفہ CVM (سی وی ایم) کی ڈپٹی ڈائریکٹر سمیت کئی نشستوں پر رہیں۔ اس کے بعد وہ ایف ڈی اے میں ہی خواتین کی صحت کی منیجر تعینات ہوئیں۔ دو سال عالمی ادارہ برائے صحت میں کام کرنے کے بعد نیشنل ٹاکسی کولوجی تحقیقی ادارے کی ایسوسی ایٹ ڈائریکٹر بن گئیں۔[93] ان کے علاوہ سوزین سیچن (Suzanne Sechen) ایف ڈی اے سے پہلے مونسانٹو کے لیے کام کر چکی تھی۔ ان کے سمیت اور بھی کئی افراد کے نام ہیں جو مونسانٹو اور ایف ڈی اے، دونوں کے لیے کام کرتے رہے ہیں۔[94] ان میں سے کچھ ناموں کی فہرست صفحہ 79 پر ملاحظہ فرمائیے۔

مونسانٹو پاکستان

مونسانٹو پاکستان میں 1 اکتوبر، 1998 میں کارگل انٹرنیشنل سیڈ کو خرید کر داخل ہوئی۔ یہ وہ وقت تھا کہ جب مونسانٹو دنیا بھر میں بیجوں کے برانڈز ڈی کیب جینیٹکس (DEKALB Genetics) اور اسگرو (Asgrow) کو خرید رہی تھی۔[95] پاکستان میں اس کا صدر دفتر ڈیفنس، لاہور[96] اور کئی علاقائی دفاتر بھی ہیں۔[97] مونسانٹو آج پاکستان میں ڈی کیب سیڈ برانڈز، راؤنڈ اپ نباتات کش دواؤں اور سیمنیز (Seminis) کے سبزیوں کے بیج کے ساتھ کاروبار کر رہی ہے۔[98]

تجزیہ

کوئی شک نہیں کہ کمپنیوں کے خلاف آواز اٹھانا جائز ہے کیونکہ ان کی تمام تر کاوشوں کا محور منافع کی کھسوٹ ہوتا ہے۔ اپنے اسی مقصد کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے یہ کمپنیاں دنیا بھر اور خاص کر تیسری دنیا میں زمینی قبضے کرتی پھر رہی ہیں اور صنعتی زراعت کو فروغ دے رہی ہیں۔ یہ عمل ایک طرف عالمگیریت کو فروغ دیتے ہوئے سماجی و سیاسی ناانصافی کو بڑھاوا دیتا ہے اور دوسری طرف ماحولیاتی تباہی اور موسمی بحران جیسی تباہ کاریوں کا بھی سبب ہے۔

مونسانٹو کی بربریت سے بھری تاریخ اور اس کی منافع کھسوٹنے کی پالیسیوں کی تفصیل کو پھیلایا جائے تو سمیٹنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اپنی سو سالہ تاریخ میں مونسانٹو نے جو بھی مصنوعات بنائیں اور جن تحقیقات میں بھی اپنا حصہ ڈالا ان سب میں انسان سمیت ہر جاندار اور ماحول کی تباہی پیش پیش رہی۔ بھلے وہ انسانی خوراک سے جڑی ہو یا دیگر استعمال کی اشیاء ہوں۔ مونسانٹو کی ان اشیاء کے خلاف سرکاری یا غیر سرکاری سطح پر جب بھی آواز بلند کی گئی مونسانٹو نے اسے دبانے کے لیے اپنے ہر قسم کے غیر قانونی اور ناجائز ہتھکنڈے استعمال کیے جس کا تذکرہ زیرِ غور مضمون میں کیا گیا۔

خیال رہے کہ درج بالا تاریخ و تحقیقات مونسانٹو کے باب سے صرف چند اقتباسات ہیں۔ مکمل تصویر کھینچنے کے لیے ہزاروں ورق درکار ہونگے۔ مندرجہ بالا تمام تر واقعات و سانحات اپنے ذمرے کی صرف ایک ایک مثال ہیں اس جیسی کئی اور کہانیاں ہیں جو جگہ کم ہونے کے باعث اس تحریر کا حصہ نہیں بن سکیں۔ جیسے کہ مونسانٹو نے ان سو سالوں میں بہت سی کمپنیاں اور ادارے خریدے اور بیچ دیئے۔ اب اس خرید و فروخت میں یقیناً مونسانٹو نے کچھ تو کھیل کھیلے ہونگے جو کہ کریدنے پر نہ جانے کون کون سے راز افشاں کرینگے۔ مثال کے طور پر اگر جی ڈی سیرل کمپنی کی کہانی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اشارے یہ ملتے ہیں کہ جی ڈی سیرل میں ڈونلڈ رمسفیلڈ کی تقرری مونسانٹو کی ہی ایماء پر ہوئی تھی اور جب جی ڈی سیرل نے ڈونلڈ رمسفیلڈ کی سربراہی میں تمام تر گندگی اپنے سر لیکر ناجائز اور غیر قانونی طریقوں سے دھو ڈالی اور پر زور جتن کر کے اسپرٹیم کو ایف ڈی اے سے منظور کرالیا تو دوسرے ہی سال مونسانٹو نے سیرل کمپنی کو خرید لیا۔ ان تمام

خدمات کے عوض ڈونلڈ رمسفیلڈ کو مونسانٹو کی جانب سے معاوضہ بنام انعام بھی موصول ہونے کی خبریں ہیں۔ اس کہانی سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ یہ تمام کھیل مونسانٹو کا ہی رچایا ہوا تھا اور جب مونسانٹو کو یقین ہوگیا کہ یہ کاروبار سودمند رہے گا تو اس نے اپنے منصوبے کو آخری نہج پر پہنچادیا۔ اسی طرح صحافیوں کو ملازمت سے نکلوا دینا، حقائق چھپانا، تحقیقاتی رپورٹ میں ردوبدل، رشوتیں دینا، ڈرانا، دھمکانا، مارنا اور تقرریاں وغیرہ بھی ان ہتھکنڈوں میں شامل ہیں۔

بربریت میں سو سال گزارنے کے بعد سن 2000 میں مونسانٹو نے اپنے آپ کو ایک زرعی کمپنی ہوجانے کا اعلان کیا اور نئی مصنوعات کے ساتھ منڈی میں متعارف ہوا جس میں جینیاتی بیج کی کئی اقسام اور اس سے جڑی اشیاء شامل ہیں۔ اس اعلان کے ساتھ ہی مونسانٹو ایک مضحکہ خیز عمل سرانجام دیتا ہے اور وہ یہ کہ سن 2000 سے پہلے والی مونسانٹو کو سابقہ مونسانٹو اور سن 2000 کے بعد کی مونسانٹو کو حالیہ مونسانٹو کہتا ہے۔ مضحکہ خیز یہ کہ مونسانٹو صرف اس دور کی تاریخ سے قطع تعلقی کا اظہار کرنا چاہتا ہے مگر اس دور سے کمایا گیا منافع اور دولت سے نہیں، اس دور میں حاصل کیے گئے اثاثوں سے نہیں، اس دور میں شروع ہونے والی تحقیقات سے نہیں جیسے کہ جینیاتی انجینئرنگ و دیگر جن سے وہ اب بے تحاشہ منافع کما رہا ہے۔

مونسانٹو اپنی ان جینیاتی مصنوعات کا انسانی صحت اور قدرتی ماحول و خوراک سے ہم آہنگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس دعویٰ کی حیثیت سائنس کی بساط پر تو اب صرف ایک بے بنیاد دعوے کی ہی ہے مگر کچھ افراد و ادارے مونسانٹو کی مالیاتی امداد کے بوجھ تلے اس جینیاتی خوراک کی بحث کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ اس لاحاصل بحث سے دامن چھڑاتے ہوئے سوال یہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ ماضی میں مونسانٹو کی مصنوعات نے کونسا عالم انسانیت کی خدمت کی ہے جو اب ہم اس کے اس نئے بھیانک ڈرامے پر نظرثانی بھی کریں؟ شاید وہ اس لیے کہ بعض سرکاری ادارے مونسانٹو کا دباؤ سہنے کی سکت نہیں رکھ پاتے اور اس کے جرم میں مسلسل شریک ہونے کا ثبوت وقتاً فوقتاً دیتے رہتے ہیں۔

مونسانٹو کے اس نئے بم جو کہ ایٹم بم سے زیادہ تباہی کا ضامن اور پیش خیمہ ہے، جینیاتی خوراک کی بحث پر مونسانٹو کے حواری افراد اور ادارے چند باتیں سرعام کرکے عوام الناس کو گمراہ کرنے کی مسلسل کوشش کرتے رہتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے پہلے کی مصنوعات پر کیا کرتے تھے لیکن وقت نے ثابت کیا

کہ مونسانٹو اپنی ساخت میں کتنا زہریلا ہے۔ پچھلی سو سالا تحقیقات اور مونسانٹو کی مصنوعات کے تناظر میں بہت کچھ لکھا اور کہا جاسکتا ہے مگر تجزیے کے دامن میں اب اتنی گنجائش نہیں کہ مونسانٹو کی تاریخ کے تمام تر پہلوؤں کا بغور جائزہ لے سکے۔ ہاں البتہ المختصر مونسانٹو کے اس جینیاتی خوراک کو زیر بحث لایا جاسکتا ہے۔

جینیاتی خوراک

مونسانٹو نے 90 کی دہائی میں جینیاتی خوراک پر کام کرنا شروع کیا اور اب آدھی دنیا اس جینیاتی طور سے تبدیل شدہ خوراک کھانے پر مجبور ہے۔ کمپنیوں نے نہ صرف اپنی جینیاتی خوراک کو منڈی میں متعارف کرایا بلکہ ہر خطے سے وہاں کی دیسی اجناس پہ مبنی خوراک کو بھی ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ختم کردیا۔ جینیاتی خوراک بنانے والی کمپنیاں اکثر پانچ دعوے بڑے زور و شور کے ساتھ کرتی ہیں جو کہ لاعلم عوام الناس کو گمراہ کردینے کے مترادف ہے۔ یہی دعوے کچھ اشخاص کے اذہان میں سوال بن کر گردش کرنے لگتے ہیں۔ کمپنیوں کی طرف سے سماج میں جینیاتی خوراک کے اعتبار سے اٹھائے گئے پانچ سوال کچھ یوں ہوتے ہیں:

پہلا: اب تک کوئی بھی (شخص، ادارہ یا ریاست) یہ ثابت نہیں کرسکا ہے کہ جینیاتی خوارک نقصاندہ ہے۔

دوسرا: جینیاتی خوراک ہی دنیا کی غذائی ضروریات پوری کرسکتی ہے۔

تیسرا: جینیاتی فصل میں پیداواری اخراجات کم ہوتے ہیں۔

چوتھا: موجودہ جینیاتی طریقہ پیداوار (جینیاتی انجینئرنگ) اور ماضی میں ہونے والا دونسلی میلاپ (کراس بریڈنگ) ایک ہی بات ہے۔

پانچواں: امریکی ادارہ برائے خوراک و ادویات (فوڈ اینڈ ڈرگ ایڈمنسٹریشن) نے جب جینیاتی خوراک کی تصدیق کردی تو یہ خوراک یقیناً قابل استعمال ہوگی۔

یہ وہ دعوے ہیں جو جینیاتی خوراک اور دیگر جینیاتی مصنوعات کے بارے میں اکثر سنائی دیتے ہیں۔ اب ان دعوؤں کو اگر باری باری دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ باتیں جھوٹ اور حقائق سے پردہ پوشی کرنے کی سازش ہے۔ ان کے علاوہ ایک اور بات جو جینیاتی خوراک کے حامی کہتے ہیں وہ یہ کہ جینیاتی فصل کاربن ڈائی آکسائڈ کو جذب کرتی ہے۔ یہ اتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ اس کو مندرجہ بالا فہرست میں شامل ہی نہیں کیا گیا کیونکہ نباتات کی ذمرے میں آنے والی تقریباً ہر شے ہی ایسا کرتی ہے بلکہ یہاں ایک شک الٹا پیدا ہوتا ہے کہ کیا واقعی جینیاتی فصل بھی کاربن ڈائی آکسائڈ جذب کرتی ہے؟

جینیاتی خوراک کی حمایت میں اگر پہلے والے دعوے کو لیا جائے تو صاحب نظر قارئین 38 ممالک نے جینیاتی خوراک پر مکمل پابندی عائد کر رکھی ہے۔[99] جس میں یورپ کے 19[100] اور روس[101] سمیت دیگر ممالک شامل ہیں جبکہ یورپی یونین نے اپنی ممبر ریاستوں کو جینیاتی خوراک کے حوالے سے فیصلہ سازی کرنے کے لیے بالکل آزاد کیا ہوا ہے۔[102] اس مکمل پابندی کے علاوہ امریکہ کی کئی ریاستوں سمیت دنیا کے کئی ممالک میں جینیاتی بیجوں سے بنی مصنوعات اور اشیاء پر لیبل لگانے کا قانون نافذ ہے یا اس کے لیے تحاریک سرگرم ہیں۔[103] کمپنیوں کی اجارہ داری اور سرکاری فیصلہ سازی کے عمل میں بااثر دخل اندازی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اتنی عوامی تحریکوں اور کوششوں کے باوجود بھی سوائے شمال مشرقی ریاست ورمانٹ کے کسی اور امریکی ریاست میں یہ مطالبہ قانونی حیثیت اختیار نہیں کرسکا۔[104] امریکہ سمیت دنیا بھر میں یہ مطالبہ کہ جینیاتی غذا پر اس کا لیبل لگا ہونا چاہیے اس لیے بھی کیا گیا تاکہ عوام کو معلوم ہو کہ وہ کیا خرید رہے ہیں؟ اور کیا کھا رہے ہیں؟[105] اس مطالبے کا مقصد اس غذا سے کنارا کشی کرنا ہے۔ 60 سے زیادہ ممالک میں اس مطالبے کو قانونی حیثیت بھی دی جاچکی ہے۔[106] امریکہ سمیت پوری دنیا میں ہونے والے احتجاج اور جینیاتی تبدیلی پر مبنی غذا کا بائیکاٹ ایک طویل تاریخ رکھتی ہے۔ جینیاتی تبدیلی پر مبنی غذا کے خلاف مظاہروں اور ریلیوں کی خبروں سے اخبار بھرے پڑے ہیں۔[107] ایک خبر کے مطابق 30 ریاستوں میں جینیاتی خوراک کے خلاف یا اس کے لیبل لگانے پر 70 سے زائد بل متعارف ہوچکے ہیں۔[108] نہ ہی صرف مملکتوں نے بلکہ دنیا بھر کے تحقیقاتی اداروں اور سماجی حلقوں نے اس کو انتہائی مضر صحت بتایا ہے جس میں روس کا قومی ادارہ برائے جینیاتی تحفظ (Russia's National Association for Genetic Safety)[109] سمیت کئی اور ادارے شامل ہیں۔ ان تحقیقات کے

ہونے اور منظرِ عام پر آنے کی سب سے بڑی رکاوٹ بھی یہی کمپنیاں بنتی ہیں۔ تحقیقی اداروں کی مالیاتی مدد کرکے یہ کمپنیاں ان تحقیقات میں اثر انداز ہوتی ہیں۔ گو کہ سائنسی تحقیقات کو بھی غلام بنانے کی بھرپور کوشش جاری ہے مگر چند باضمیر سائنسدان اور ادارے ان رکاوٹوں کی پرواہ کئے بغیر حقائق سامنے لانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں جس کے جواب میں کمپنیوں کے اشارے پر حکومتیں، سرکاری ادارے اور ان کے ملازم سائنسدان ان تحقیقات کے ساتھ نازیبا سلوک روا رکھتی ہیں اور ان کی آواز کو دبانے کے لیے طرح طرح کے جتن کیا کرتی ہیں۔ اس کی ایک مثال فرانس میں ہونے والی تحقیق کے منظر عام پر آنے کا ردِ عمل ہے جس کی گواہ اس دنیا کی ہر روشن آنکھ ہے۔[111] جینیاتی خوراک کی دیگر ممکنہ تفصیل وتنقید پہلے ہی بیان کی جاچکی ہے۔

> عالمی ادارہ صحت کے زیرِ تحت کینسر پر تحقیق کرنے والا عالمی ادارہ انٹرنیشنل ایجنسی فار ریسرچ آن کینسر کی2012 کی تحقیقی رپورٹ کے اعداد وشمار کے مطابق پوری دنیا میں 14.1 ملین کینسر کے نئے مریض رپورٹ ہوئے جبکہ کینسر سے ہونے والی اموات کی تعداد 8.2 ملین ہیں۔ ان کے علاوہ32.6 ملین کینسر کے وہ مریض ہیں جن کے مرض کی تشخیص ہوئے 5 سال سے کم مدت ہوئی ہے۔ ترقی پذیر ممالک کا کینسر کے نئے رپورٹ ہونے والے مریضوں میں 57 فیصد، اموات میں 65 فیصد اور وہ مریض جن کی بیماری کی تشخیص کو 5 سال سے کم عرصہ ہوا ہے، 48 فیصد حصّہ ہے۔[110]

دوسرا دعویٰ یہ کہ جینیاتی خوراک کے بغیر دنیا کی غذائی ضروریات پوری نہیں کی جاسکتیں۔ یہ دعویٰ بھی ایک گمراہ کردینے والا دعویٰ ہے کیونکہ جینیاتی خوراک کی پیداوار پچھلے کوئی 20 سال سے عمل میں آئی ہے۔ اس سے قبل کوئی ہزاروں سالوں سے انسانی غذائی ضروریات قدرتی طرز پر ہی پوری ہورہی تھیں اور جہاں خوراک کی قلت تھی بھی، تو وہ بھی خوراک کی کمی کے باعث نہیں بلکہ خوراک کی تقسیم میں غیر منصفانہ طور طریق کے باعث تھی۔ اب بھی جبکہ جینیاتی خوراک پچھلے 20 سالوں سے اگائی جارہی ہے تو کیا پوری دنیا سے بھوک ختم ہوگئی؟ اور کیوں اقوام متحدہ کو ملینیم ڈیولپمنٹ گولز اور ایجنڈا 2030 میں غربت اور بھوک کو ختم کرنے کی شق دینے کی ضرورت پیش آتی ہے؟ ہمارے پاس افریقہ اور سندھ کے علاقے خاص طور پر خوراک کی کمی کے مثال کے طور پر موجود ہیں۔ ان کے علاوہ پوری دنیا سے بھی المناک اعداد وشمار اور خبریں موصول ہوتی ہیں۔ جینیاتی

پیداوار خوراک کی کمی اور قلت کو تو دور نہیں کرسکی ہاں البتہ صحت مند، اصلی اور دیسی خوراک کو ختم کرنے اور خوراک کو غذائیت سے خالی کرنے کی ضامن اور بیماریوں کو فروغ دینے کی موجب ضرور ہے۔ اگر بڑھتی ہوئی آبادی اور دیسی طریقہ زراعت کی پیداوار کے تناسب میں کوئی شک ہے تو پاکستان کسان مزدور تحریک کے کسانوں کے دیسی طریقہ زراعت پر مبنی تجرباتی کھیتوں کے نتائج کا معائنہ کیا جاسکتا ہے۔ کسان خود بھی دیسی طریقے کو آزما سکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اب جینیاتی انجینئرنگ جینیاتی جانوروں خاص کر دودھ دینے والے جانوروں کے فروغ کے لیے بھی استعمال کی جارہی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جنگ و جدل اور دفاع کے نام پر ہونے والے اخراجات کا صرف ایک دن کا خرچ پورے سال پوری دنیا کو کھلانے کے لیے کافی ہیں۔ دیسی طریقہ زراعت اور کیمیائی طریقہ زراعت کا موازنہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ کیمیائی طریقہ زراعت کی طرف منتقلی صرف اور صرف کمپنیوں کے بے تحاشہ مفاد اور دنیا کی خوراک پر قابض ہونے کی چاہ و سازش کے سوا کچھ بھی نہیں۔ جب سے یہ صنعتی زراعت کا دور چلا ہے روزانہ کی بنیاد پر کسانوں کی خودکشی عام ہے جبکہ مجموعی جرائم میں اضافہ بھی اسی سے جڑا ہوا دکھائی دیتا ہے کیونکہ اس صنعتی زراعت کی وجہ سے بے زمینی، بے روزگاری اور کسانوں کا نہ صرف اپنے پیشے بلکہ اپنی وراثت سے علیحدگی میں بھی مسلسل اضافہ ہورہا ہے۔ روایتی اور صحتمند طریقہ زراعت اور دیسی بیجوں کی معدومی اور زمین کی زرخیزی سمیت زیرزمین پانی کے ذخائر میں شدت سے کمی اپنی جگہ واضح ہیں۔

تیسری بات یہ سامنے آتی ہے کہ جینیاتی طریقہ زراعت میں اخراجات کم آتے ہیں۔ اس دعوے کے جواب میں کچھ زیادہ کہنے لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دیسی طریقہ زراعت میں اپنا گھر کا بیج، بیلوں کے ذریعے ہل، اپنے جانوروں کا گوبر، نہری پانی یا نلکے یا زیادہ سے زیادہ بیل کے ذریعے حاصل کیا گیا کنواں کا پانی، دیسی نیم اور مرچوں کے اسپرے یا کبھی کبھار راکھ (ضرورت پڑنے پر) اور کٹائی، چنائی یا تھریشر بھی ہاتھ یا جانوروں کی مدد سے ہوتا تھا۔ اس سارے مرحلے میں صحت مند غذا بنا کسی خرچے کے میسر آجاتی تھی جبکہ جدید طریقہ زراعت میں ٹریکٹر کے ذریعے ہل، بیج، ڈی اے پی، یوریا، کئی طرح کے زہریلے اسپرے، پانی، کٹائی، چنائی، تھریشر گو کہ ہر چیز میں خرچہ ہے۔ اس کے علاوہ زمین کی مصنوعی زرخیزی بڑھانے کے لیے نائٹریٹ، پوٹاشیم سمیت کئی قسم کے معدنیات بھی شامل کرنے پڑتے ہیں۔ اس جدید مصنوعی طریقے نے جو کہ

خوراک سے جڑی بین الاقوامی کمپنیوں کے لیے بے تحاشہ منافع سمیٹنے کے لیے متعارف کرایا گیا تھا، فصل کے اخراجات میں کئی گنا اضافے نے کسانوں کو بے انتہا مقروض کردیا ہے جبکہ اس طریقہ زراعت سے کمپنیوں کی محتاجی بڑھتی جارہی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس طرح اس تباہی کا ازالہ ہوسکے گا؟

چوتھی بات جو کہی جاتی ہے کہ کراس بریڈنگ اور جینیاتی انجینئرنگ دراصل ایک ہی بات ہے، انتہائی غلط اور سائنسی اور تاریخی حقائق کو یکسر بگاڑنے والی بات ہے۔ کراس بریڈنگ یعنی دو زندہ اقسام میں افزائشِ نسل کے لیے ملاپ خود ایک قدرتی عمل ہے اور ہزاروں سال سے وقوع پزیر ہورہا ہے۔ کراس بریڈنگ ایک ہی نوع حیات (پرجاتی) میں ممکن ہوتی ہے اور ایسا ہی قدرت میں ہوا کرتا تھا یا ہمارے کسان اپنے تجربہ اور روایتی علم کی بنیاد پر کیا کرتے تھے لیکن جینیاتی تبدیلی اس قید کی پابند نہیں ہوتی۔ جینیاتی انجینئرنگ میں جینیاتی مواد ایک قسم سے بالکل مختلف اقسام کے جینیات میں زبردستی مختلف سائنسی اوزار کے ذریعے داخل کیا جاتا ہے اور اس طرح جینیات میں موجود قدرتی ترکیب میں رد و بدل وقوع پذیر ہوتا ہے۔ جینیاتی انجینئرنگ جانوروں، حیوانوں، پرندوں، پھول، پتوں، بوٹوں، کیڑوں مکوڑوں الغرض کسی میں بھی تمیز نہیں کررہی اور قدرت سے عاری میلاپ کرنے کے عمل میں مصروف ہے جس نے پورے سیّارے کو ایک تجربہ گاہ بنا رکھا ہے۔

پانچویں بات کے حوالے سے پہلے ہی بیان کیا جاچکا ہے کہ ان مصنوعات کی تصدیق کے حوالے سے ایف ڈی اے یا دوسرے سرکاری اور غیر سرکاری ادارے کتنے معتبر ہیں؟

خلاصہ

ہر جاندار کے خلیے میں جینیات کی ایک خاص ترتیب لاکھوں سال کے ارتقاء کا شاخسانہ ہے جو کہ زمین اور اس کے ماحول سے اچھی طرح ہم آہنگ ہوتی ہے۔ زمین کے اوپر، زمین سے اگنے والی اور زمین میں دفن لاکھوں کروڑوں چیزیں ایک دوسرے سے علیحدہ بھی ہیں اور مماثلت بھی رکھتی ہیں۔ لاکھوں سالوں کے کروڑوں تجربات نے آہستہ آہستہ انہیں سنوارا ہے اور ان میں سے کچھ کو انسانی استعمال کے لیے موزوں بنایا ہے۔

انسان بھی ہزاروں سال میں ان کے استعمال سے ہم آہنگ ہوا ہے اور ان کا استعمال سیکھا ہے۔ گو کہ کائنات میں موجود ہر شے اپنا خاص مقام اپنے خلیات اور ان میں موجود جینیات کی خاص ترتیب کے ساتھ رکھتی ہے۔ یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ زمین میں موجود ہر شے دوسری شے کے تعلق سے اپنی بہترین شکل میں موجود ہے۔ قدرت میں کوئی واضح طریقہ کار یا ترتیب نہیں ہوتی۔ قدرت نے اپنا ہی ایک خاص انداز وضع کیا ہوا ہے۔ اب اس میں کی جانے والی مصنوعی تبدیلی نہ صرف اس شے کو تبدیل کرے گی بلکہ تمام اشیاء بشمول ماحول اس سے متاثر ہوگا۔

اب بحث اس بات پر ہے کہ کیا یہ تبدیلی زمین اور اس پر موجود زندگی پر اچھے اثرات مرتب کرے گی یا برے؟ چونکہ سائنس کے دائرے میں اچھے یا برے ہونے کی تمیز نہیں ہوتی اس لیے یہ ہمیں اور ہمارے معاشرے کو طے کرنا ہے کہ سائنس کی دنیا میں اٹھایا گیا قدم ہماری بقاء پر کیا اثر ڈالے گا اور یہی اثر اس قدم کے جاری رکھنے یا منقطع کر دینے کا تعین کریگا۔ موجودہ جینیاتی تبدیلی کے طریقہ کار کے حوالے سے حشرات و نباتات کے جینیات کو جانوروں کے خلیے میں ڈالنا یا جانوروں کے جینیات کو حشرات و نباتات کے خلیے میں ڈالنا اور انہیں انسان کے جینیات میں شامل کرنا یقیناً نہ اندازہ کی جانے والی تبدیلی کا پیش خیمہ ہے جو کہ تباہ کن ہے کیونکہ اس میں نہ تو کروڑوں سال کے تجربات شامل ہیں اور نہ ہی یہ قدرتی عمل ہے۔ کیمیائی اشیاء اور اب جینیاتی انجینئرنگ کی وجہ سے پوری دنیا میں کینسر تیزی سے پھیل رہا ہے۔ یہ تو ایک مسئلہ ہوا۔ دوسرا مسئلہ یہ کہ یہ تحقیق انسانی ترقی کے لیے نہیں بلکہ منافع کے حصول کے لیے ہورہی ہے تبھی اس تحقیق کے مثبت نتائج آئے بنا ہی اس کی بنیاد پر مصنوعات بنا کر انسانی استعمال کے لیے منڈی میں فروخت کے لیے بھیج دی جاتی ہیں جس کا تفصیلی ثبوت مندرجہ بالا سطروں میں موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باشعور طبقے نے ہمیشہ اس سرمایہ دارانہ نظام کی نفی کی ہے کیونکہ اس میں سماجیات، اخلاقیات، احساسات اور غریب و محنت کش طبقے کی صحت و بقائے زندگی خاتمے کے دھانے پر پہنچ جاتی ہے۔ موجودہ صورتحال میں بہرحال تبدیلی تو ناگزیر ہے اور ہر جاندار اور بے جان چیزیں جو اس زمین پر موجود ہیں اور لاکھوں سال سے موجود ہیں وہ اپنی اصل شکل میں نہیں رہیں گی۔ ممکن ہے کہ زمین کی مجموعی شکل تبدیل ہو جائے اور یہاں ایسا کچھ بھی نہ رہے جو اس وقت موجود ہے۔

لفظ آخر

تاریخ انسانی میں پانی کے حصول پر ہونے والی جنگوں کا تذکرہ تو بہت ہے مگر خوراک کے حصول میں بڑی اور خونی جنگوں کا تذکرہ انسانی تاریخ میں نہیں ملتا۔ پانی پر ہونے والی جنگیں بھی اسی صورت میں رونما ہوئیں جب کسی قوم یا گروہ کو پانی کی قلت کا سامنا کرنا پڑا۔ وافر مقدار میں پانی کی موجودگی کے باوجود پانی کے حصول کے لیے جنگ کرنا یقیناً اس دور میں بھی، جسے ہم اکیسویں صدی کے لوگ جہالت اور قبائلی زمانہ کہتے ہیں، بیوقوفی اور حماقت کی دلیل سمجھی جاتی۔ لیکن کہتے ہیں نا کہ دکھاتا ہے زمانہ رنگ کیسے کیسے؟ اسی طرح آج کا بھی المیہ ہے۔ دور حاضر میں لالچ اور طمع کے شکار کچھ افراد کے گروہ کو کمپنی کہتے ہیں اور انہیں میں سے ایک مونسانٹو ہے جو کہ پوری دنیا میں خوراک کی فراوانی اور اجتماعی حاکمیت کا خاتمہ کرکے اس پر قابض ہونا چاہتی ہے۔ ہر دور کی طرح اس دور میں بھی ہر قوم میں کچھ غدار موجود ہیں جو اپنے ذاتی مفاد کے خاطر پوری قوم کو افلاس کی صعوبتوں اور محتاجی کے طوق و زنجیر میں جکڑوانے کے سہولت کار ہیں اور بعض خاموش ہیں۔ تو وہی ایک وسائل پر قبضے کی قدیمی قبائلی جنگ اب بھی جاری ہے پس انداز مختلف ہے، ہتھیار مختلف ہیں۔ تاریخ کے مطالعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر جینا ہے تو لڑنا ہے نہیں تو مرنا ہے۔ لیکن یاد رہے کہ یہاں موت بھی آسان نہیں ہے۔ تیروں، نیزوں، بھالوں یا تلوار سے مرنا تو دم بھر کی کہانی ہے مگر بھوک و پیاس نہ جینے دیتی ہے نہ مرنے۔ لمحہ لمحہ گھلنے اور پل پل مرنے کی کہانی ہے۔ اس لیے ہمیں اگر زندہ و باصحت رہنا ہے تو اپنا پانی بھی نیسلے[112] اور اس جیسی کمپنیوں سے بچانا ہے اور اپنی خوراک بھی مونسانٹو اور اس جیسی کمپنیوں سے بچانی ہے۔ اب فیصلہ ہمیں یہ کرنا ہے کہ ہم کب اپنے آپ کو اس مسلسل لڑی جانے والی جنگ کے لیے آمادہ کر لیتے ہیں اور میدان جنگ میں اترتے ہیں؟

مونسانٹو کے ملازمین کی امریکی سرکاری اداروں سے وابستگیاں*

نمبر	مونسانٹو	نام	سرکاری عہدہ
1	ہیڈ آف گورنمنٹ افیئر ز فار جینیٹک	ڈیوڈ بیئر	امریکی نائب صدر الگور کے مشیر برائے چیف ڈومیسٹک پالیسی
2	مونسانٹو کی قانونی ٹیم کا حصہ رہے	ولیم کنٹن	امریکی محکمہ انصاف میں خدمات
3	مونسانٹو کی قانونی ٹیم کا حصہ رہے	سیم اسکنر	امریکی محکمہ انصاف میں خدمات
4	ایگزیکٹو نائب صدر اور چیف ٹیکنالوجی آفیسر	روبرٹ فرالے	امریکی محکمہ زراعت و دیگر عوامی ایجنسیوں میں بطور مشیر خدمات
5	سیرل کمپنی کے کلینکل افیئر ز کے سینیئر نائب صدر	مائیکل فرائڈمین	امریکی محکمہ برائے خوراک و ادویات (ایف ڈی اے) کے قائم مقام کمشنر
6	ڈائریکٹر برائے بین الاقوامی حکومتی معاملات	مارشیہ ہیل	صدر کلنٹن کی نائب اور حکومتی معاملات کی ڈائریکٹر
7	مشیر برائے سیرل پبلک ریلیشن فرم	آرتھر ہل ہائیز	کمشنر برائے امریکی محکمہ برائے خوراک و ادویات
8	ڈائریکٹر برائے ای ایس ایچ کوالٹی اینڈ کمپلائنس	جان ہنشا	حکومت امریکہ کے سیکریٹری برائے لیبر کے سینیئر مشیر
9	پروڈکٹ اور ٹیکنالوجی کارپوریشن کے نائب صدر	روب ہورش	مشیر برائے نیشنل سائنس فاؤنڈیشن اور محکمہ توانائی
10	مونسانٹو کے رکن برائے بورڈ آف ڈائریکٹرز اور وکیل	مائیکل کونٹور	امریکی سیکریٹری برائے تجارت
11	مونسانٹو کی بورڈ رکن	گوئینڈ ولین ایس کنگ	سوشل سیکیورٹی ایڈمنسٹریشن (ایس ایس اے) کی کمشنر (1989-1992)
12	مونسانٹو کے چیف ایگزیکٹو آفیسر (14 سال تک)	رچرڈ جے ماہنی	امریکہ، سوویت یونین، جاپان اور کوریا کی تجارتی کونسل کے ڈائریکٹر اور تجارتی پالیسی کمیٹی کے رکن
13	آر بی جی ایچ کی منظوری کی نگراں اور مونسانٹو کی اولین سائنسدان	مارگریٹ میلر	1991 میں امریکی محکمہ برائے خوراک و ادویات میں بطور ڈپٹی ڈائریکٹر تقرری
14	رکن برائے بورڈ آف ڈائریکٹرز اور مونسانٹو کے سابقہ ماہرِ حیوانات	جارج پوسٹ	ہوم لینڈ سیکیورٹی کے حیاتیاتی دہشت گردی ڈویژن کے سربراہ

15	بورڈ آف ڈائریکٹرز کے رکن	ولیم ڈی رکل شاؤس	ایجنسی برائے تحفظ ماحولیات (ای پی اے) کے پہلے چیف ایڈمنسٹریٹر، فیڈرل بیوروآف انویسٹی گیشن (ایف بی آئی) کے قائم مقام ڈائریکٹراور امریکہ کے ڈپٹی اٹرنی جنرل
16	سیرل کے چیف ایگزیکٹوآفیسر (اسپرٹیم کی منظوری)	ڈونلڈ رمسفیلڈ	1975 اور2000 سیکریٹری آف ڈیفنس
17	دوران طالبعلمی مونسانٹو کی امداد پر آر بی جی ایچ پر کام	سوزین سیچن	ایف ڈی اے میں خدمات
18	(مختلف ادوار میں) مونسانٹو کے صدر، چیئرمین، چیف ایگزیکٹوآفیسر اور چیف آپریٹنگ آفیسر اور نیوٹرا سویٹ کے چیئرمین اور چیف ایگزیکٹوآفیسر	روبرٹ شپیرو	تجارتی پالیسی اور وائٹ ہاؤس ڈومیسٹک پالیسی کے صدارتی مشاورتی کمیٹی کا حصہ
19	مونسانٹو کی ذیلی کمپنی کے نائب صدر	اسلام صدیقی	امریکی ٹریڈ ریپریزنٹیٹو کے دفتر میں سربراہ برائے زرعی مذاکرات کار
20	واشنگٹن دفتر کے سربراہ اور مونسانٹو کے وکیل	مائیکل ٹیلر	امریکی محکمہ برائے خوراک وادویات پالیسی فار کمیشن کے ڈپٹی اور2010 میں کمشنر کے سینیئر مشیر
21	مونسانٹو کے تحقیق دان، ایٹم بم بنانے کے مین ہٹن منصوبے کے سربراہ اور بورڈ کے چیئرمین	ڈاکٹر چارلس تھومس	مشیر برائے نیشنل سیکیورٹی اور اقوام متحدہ کی ایٹمی توانائی کمیشن میں امریکی سرکار کے نمائندے
22	مونسانٹو کے وکیل	کلیرینس تھومس	1991 میں امریکی سپریم کورٹ میں تقرری
23	مونسانٹو کی ذیلی کمپنی کال جین کی بورڈ رکن	اینی ونیرن	2001 میں امریکی محکمہ زراعت کی سربراہ کے طور پر تقرری
24	واشنگٹن میں مونسانٹو کے اسٹاف وکیل	جیک واٹسن	صدر جمی کارٹر کے دورصدارت میں چیف آف اسٹاف
25	مونسانٹو کی پبلک پالیسی کی سینیئر نائب صدر	ڈاکٹر ورجینیا والڈن	ایف ڈی اے کی میٹابولزم اور انڈوکرائن کی مشاورتی کمیٹی کی رکن

* زیرنظر جدول کواس حوالے سے حاصل کیا گیا ہے۔ http://whale.to/a/monsanto_revolving_door.html

حوالہ جات

1. Monsanto. “Who we are: company history.” Monsanto. Accessed from http://www.monsanto.com/whoweare/pages/monsanto-history.aspx
2. Monsanto. “Who we are: Monsanto at a glance.” Monsanto. Accessed from http://www.monsanto.com/whoweare/pages/default.aspx
3. Monsanto. “Products: Monsanto brands.” Monsanto. Accessed from http://www.monsanto.com/products/pages/monsanto-product-brands.aspx
4. Forbes. “#420 Monsanto.” Forbes. Accessed on April 27, 2016. Accessed from http://www.forbes.com/companies/monsanto/
5. Fortune. “197. Monsanto.” Fortune, 2015. Accessed from http://fortune.com/fortune500/2015/monsanto-197/
6. Forbes. “#420 Monsanto.”
7. Ranking the brands. “Ranking per brands: Monsanto.” SyncForce. Accessed from http://www.rankingthebrands.com/Brand-detail.aspx?brandID=844
8. Duprey, Rich. “People really hate Monsanto, its latest move shows it couldn’t care less.” The Motley Fool, October 25, 2014. Accessed from http://www.fool.com/investing/general/2014/10/25/people-really-hate-monsanto-its-latest-move-shows.aspx
9. Barrett, Mike. “Poll: Monsanto third most hated company in the world.” Natural Society, November 11, 2014. Accessed from http://naturalsociety.com/monsanto-3rd-hated-company-abroad-right-behind-bp/
<?> 10. Natural Society. “Monsanto declared worst company of 2011.” Natural Society, December 6, 2011. Accessed from http://naturalsociety.com/monsanto-declared-worst-company-of-2011/
<?> 11. Kiser, Grace. “The 12 least ethical companies in the world: Covalence’s Ranking.” The Huffington Post, US Edition, May 25, 2011. Accessed from http://www.huffingtonpost.com/2010/01/28/the-least-ethical-comp ani_n_440073.html?slideshow=true#gallery/4584/11
12. Hanzai, E. “The complete history of Monsanto, ‘the world’s most evil corporation’.” Global Research, May 24, 2016. Accessed from http://www.globalresearch.ca/the-complete-history-of-monsanto-the-worlds-most-evil-corporation/5387964
13. Funding Universe. “G. D. Searle & Co. history.” Funding Universe. Accessed from http://www.fundinguniverse.com/company-histories/g-d-searle-co-history/
14. The NutraSweet Company. “Nutrasweet Company.” The NutraSweet Company. Accessed from http://www.nutrasweet.com/company.asp
15. Deseret News. “Tennessee to pay women who were fed radioactive iron.” Deseret News, July 9, 1995. Accessed from http://www.deseretnews.com/article/427002/

TENNESSEE-TO-PAY-WOMEN-WHO-WERE-FED-RADIOACTIVE-IRON.html?pg=all
16. Neuman, William. "Defying U.S., Colombia halts aerial spraying of crops used to make cocaine." The New York Times, May 14, 2015. Accessed from http://www.nytimes.com/2015/05/15/world/americas/colombia-halts-us-backed-spraying-of-illegal-coca-crops.html?_r=0
17. White, Meg & BuzzFlash. "When cocaine and Monsanto's pesticide collide, the war on drugs becomes a genetically-modified war on science." Alternet, September 8, 2009. Accessed from http://www.alternet.org/story/142495/when_cocaine_and_monsanto's_pesticide_collide,_the_war_on_drugs_becomes_a_genetically-modified_war_on_science
18. Hanzai, E. "The complete history of Monsanto, 'the world's most evil corporation'."
19. Fagan, Danielle. "New study reveals what added sugars are doing to the brain." Collective Evolution, May 24, 2016. Accessed from http://www.collective-evolution.com/2016/05/24/new-study-finds-added-sugars-are-harming-brain-genes/
20. Monsanto. "PCBs: Polychlorinated biphenyls." Monsanto. Accessed from http://www.monsanto.com/newsviews/pages/pcbs.aspx
21. GreenFacts. "PCBs: Polychlorinated biphenyls." GreenFacts. Accessed from http://www.greenfacts.org/en/pcbs/
22. Hanzai, E. "The complete history of Monsanto, 'the world most evil corporation'."
23. International Agency for Research on Cancer. "IARC monographs evaluate DDT, Lindane, and 2,4-D." International Agency for Research on Cancer, World Health Organization, France, 23 June, 2015. Accessed from https://www.iarc.fr/en/media-centre/pr/2015/pdfs/pr236_E.pdf
24. Oxidative Stress Resource. "Online resources for disorders caused by Oxidative Stress." Oxidative Stress Resource. Accessed from http://www.oxidativestressresource.org/
25. The Aspen Institute. "What is Agent Orange?" The Aspen Institute. Accessed from http://www.aspeninstitute.org/policy-work/agent-orange/what-is-agent-orange
26. News Staff. "Agent Orange linked to skin cancer risk." Science 2.0, January 29, 2014. Accessed from http://www.science20.com/news_articles/agent_orange_linked_skin_cancer_risk-128602
27. Public Health. "Veterans' diseases associated with Agent Orange." Public Health, U.S. Department of Veterans Affairs, Washington DC, June 3, 2015. Accessed on 14 March, 2016. Accessed from http://www.publichealth.va.gov/exposures/agentorange/conditions/
28. Agent Orange Record. "Enough toxic herbicide sprayed to blanket 1/4 of the country." Agent Orange Record. Accessed from http://www.agentorangerecord.com/home/
29. The Aspen Institute. "What is Agent Orange?"

30. IARC Monographs. "IARC monographs on the evaluation of carcinogenic risks to human: Polychlorinated Dibenzo-para-dioxins and Polychlorinated Dibenzofurans." International Agency for Research on Cancer, World Health Organization, Lyon, France, 1997. Accessed from http://monographs.iarc.fr/ENG/Monographs/vol69/mono69.pdf
31. Robin, Marie-Monique. "The world according to Monsanto: pollution, corruption, and the control of our food supply." The New Press, New York, USA, 2010. P. 30.
32. The Aspen Institute. "What is Agent Orange?"
33. EPA. "2,3,7,8-Tetrachlorodibenzo-p-Dioxin (2,3,7,8,-TCDD)." EPA, United States Environmental Protection Agency, February 24, 2016. Accessed from https://www3.epa.gov/airtoxics/hlthef/dioxin.html
34. IARC. "2,3,7,8-Tetrachlorodibenzopara-dioxin, 2,3,4,7,8-Pentachlorodibenzofuran, and 3,3',4,4',5-Pentachlorobiphenyl." International Agency for Research on Cancer. Accessed from http://monographs.iarc.fr/ENG/Monographs/vol100F/mono100F-27.pdf
35. Brown, Drew. "Makers of Agent Orange followed formula dictated by U.S. Government." McClatchyDC, July 22, 2013. Accessed from http://www.mcclatchydc.com/news/nation-world/world/article24751345.html
36. Ajout, Dernier. "Chemical companies, US authorities knew dangers of Agent Orange." AAFV, France, August 18, 2009. Accessed from http://www.aafv.org/Chemical-companies-US-authorities
37. The Vietnam Agent Orange Relief and Responsibility Campaign. "Agent Orange and the Vietnam War: Magnitude and consequences." The Vietnam Agent Orange Relief and Responsibility Campaign, Newyork, 2007. Accessed from http://www.vn-agentorange.org/brochure_2007.html
38. Hanzai, E. "The complete history of Monsanto, 'the world's most evil corporation'."
39. The NutraSweet Company. "NutraSweet Company."
40. Funding Universe. "G. D. Searle & Co. history."
41. Ibid.
42. Greenhouse, Steven. "Monsanto to acquire G. D. Searle." The New York Times, July 19, 1985. Accessed from http://www.nytimes.com/1985/07/19/business/monsanto-to-acquire-g-d-searle.html
43۔ فارمل ڈیہائڈ کی تفصیل ”فیصلے پاکستان کا جائزہ“ چیلنج ستمبر تا دسمبر 2015 میں پڑھی جا سکتی ہے۔ مذکورہ مضمون کو مندرجہ ذیل حوالہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔
https://rootsforequity.noblogs.org/files/2014/09/challenge-final-sep-to-dec-2015.compressed.pdf
44. Hanzai, E. "The complete history of Monsanto, 'the world's most evil corporation'."
45. Gennet, Robbie. "Donald Rumsfeld and the strange history of Aspartame." The Huffington Post, US Edition, May 25, 2011. Accessed from http://www.huffingtonpost.

com/robbie-gennet/donald-rumsfeld-and-the-s_b_805581.html
46. Bishopp, F.C. "Incest problems in World War II with special references to the insecticide DDT." American Journal of Public Health, National Centre for Biotechnology Information, U.S. National Library of Medicine, National Institute of Health, Bethesda, USA, April 1945. Accessed from http://www.ncbi.nlm.nih.gov/pmc/articles/PMC1625457/
47. PAN. "The DDT story." Pesticide Action Network, North America. Accessed from http://www.panna.org/resources/ddt-story
48. NPIC. "DDT: General fact sheet." National Pesticide Information Centre, United States Environmental Protection Agency. Accessed from http://npic.orst.edu/factsheets/ddtgen.pdf
49. International Programme on Chemical Safety. "DDT and its derivatives - environmental aspects." United Nation Environment Programme, the International Labour Organization and the World Health Organization, World Health Organization, Geneva, 1989. Accessed from http://www.inchem.org/documents/ehc/ehc/ehc83.htm#SectionNumber: 8.1
50. Carson, Rachel. "Silent spring." Houghton Mifflin Company, Boston, New York, United States of America, 1962, p. 21.
51. Ibid, p. 225.
52. Hanzai, E. "The complete history of Monsanto, 'the world's most evil corporation'."
53. Hadden, Gavin (Ed.). "Historical report - Dayton project: Book VIII, Volume 3, Chapter 4 - 'Auxiliary Activities'." Accessed from http://www.osti.gov/includes/opennet/includes/MED_scans/Book%20VIII%20-%20%20Volume%203%20-%20Auxiliary%20Activities%20-%20Chapter%204,%20Da.pdf
https://www.osti.gov/opennet/manhattan_district.jsp
54. Monsanto. "Who we are: company history."
55. Food Program. "rBGH." Grace Communication Foundation, New York. Accessed from http://www.sustainabletable.org/797/rbgh
56. Kastel, Mark. "Down on the farm: the real BGH story animal health problems, financial troubles." The Rural Education Action Project, Rural Vermont Board, 1995. Accessed from http://www.mindfully.org/GE/Down-On-The-Farm-BGH1995.htm
57. Best Meal. "rBST & rBGH 'Pus' milk." Best Meal. Accessed from http://bestmeal.info/food/rBST-rBGH-milk.shtml
58. MedlinePlus. "E. Coli infections." U.S. National Library of Medicine, Bethesda, USA. Accessed from https://www.nlm.nih.gov/medlineplus/ecoliinfections.html
59. News. "E. coli infections 'rise by 1,000' across England." BBC, England, November 4, 2015. Accessed from http://www.bbc.com/news/uk-england-34720345
60۔ خبر۔ ''امریکہ میں خاتون سپر بگ وائرس سے متاثر۔'' بی بی سی اردو، 27 مئی، 2016۔ خبر اس حوالے سے حاصل کی گئی۔
http://www.bbc.com/urdu/science/2016/05/160527_supper_bug_america_sr

61. NYSCHAP Small Ruminant Module. "Mastitis in ewes and does." Animal Health Diagnostic Centre, Cornell University, College of Veterinary Medicine, Ithaca, New York. Accessed from https://ahdc.vet.cornell.edu/docs/Mastitis.pdf
62. Food Program. "rBGH."
63. Drugs and Health Products. "Report of the Canadian Veterinary Medical Association Expert Panel on rbst." Drugs and Health Products, Health Canada, November, 1998. Accessed from http://www.hc-sc.gc.ca/dhp-mps/vet/issues-enjeux/rbst-stbr/rep_cvma-rap_acdv_tc-tm-eng.php#a14
64. A, Savvani et al. "IGF-IEc expression is associated with advanced clinical and pathological stage of prostate cancer." Anticancer Research, 33(6):2441-5, June 2013. Accessed from http://www.ncbi.nlm.nih.gov/pubmed/23749893;
Chan, June M. "Study links IGF-1 to Prostate Cancer: plasma insulin-like growth factor-I and prostate cancer risk: A prospective study." American Association for the Advancement of Science, January 23, 1998. Accessed from http://www.ejnet.org/bgh/igf-1science.html
65. Hawsawi, Yousef et al. "Insulin-like growth factor-Oestradiol crosstalk and mammary gland tumourigenesis." Biochimica et Biophysica Acta, 1836(2):345-53, December, 2013. Accessed from http://www.ncbi.nlm.nih.gov/m/pubmed/24189571/
66. Wang, Zhigang et al. "Expression and clinical significance of IGF-1, IGFBP-3, and IGFBP-7 in serum and lung cancer tissues from patients with non-small cell lung cancer." Journal of OncoTargets and Therapy, 6: 1437–1444, October 16, 2013, Dovepress. Accessed from https://www.dovepress.com/expression-and-clinical-significance-of-igf-1-igfbp-3-and-igfbp-7-in-s-peer-reviewed-article-OTT
67. A, Kuklinski et al. "Relationships between insulin-like growth factor i and selected clinico-morphological parameters in colorectal cancer patients." Polski Przeglad Chirurgiczny (Polish Journal of Surgery), 83(5):250-7, May, 2011. Accessed from http://www.ncbi.nlm.nih.gov/pubmed/22166477
68. Grimberg, Adda and Cohen, Pinchas. "Role of insulin-like growth factors and their binding proteins in growth control and carcinogenesis." Issue 1, Volume 183, Journal of Cellular Physiology. Accessed from
http://www.ncbi.nlm.nih.gov/pmc/articles/PMC4144680/
http://onlinelibrary.wiley.com/doi/10.1002/(SICI)1097-4652(200004)183:1%3C1::AID-JCP1%3E3.0.CO;2-J/abstract;jsessionid=BBC7179ED9AC264E9A3274FD89007A56.f02t01
69. Food Program. "rBGH."
70. Robin, Marie-Monique. "The world according to Monsanto: Pollution, corruption, and the control of our food supply," p. 116.
71. Best Meal. "rBST & rBGH 'Pus' milk."

72. Ewall, Mike. "Bovine Growth Hormone: Milk does nobody good." Energy Justice Network. Accessed from http://www.ejnet.org/bgh/nogood.html
73. Wilson, Steve & Akre, Jane. "The Corporations: unsettling accounts." Youtube, September 10, 2008. Accessed from https://www.youtube.com/watch?list=PL75AA7E2754FCCE4D&v=JL1pKlnhvg0
74. Robin, Marie-Monique. "The world according to Monsanto: Pollution, corruption, and the control of our food supply," p. 69.
75. De Roos, Anneclaire J. et al. "Cancer Incidence among Glyphosate-exposed pesticide applicators in the agricultural health study." Environmental Health Prespective, 113(1): 49–54, January, 2005. Accessed from http://www.ncbi.nlm.nih.gov/pmc/articles/PMC1253709/
76. S, Thongprakaisang. "Glyphosate induces human breast cancer cells growth via estrogen receptors." Food and Chemical Toxicology, 59:129-36, September, 2013. Accessed from http://www.ncbi.nlm.nih.gov/pubmed/23756170
77. EW Contributor. "15 Health problems linked to Monsanto's Roundup." EcoWatch, January 23, 2015. Accessed from http://www.ecowatch.com/15-health-problems-linked-to-monsantos-roundup-1882002128.html
78. Monsanto. "Commonly asked questions about the food safety of GMOs." Monsanto. Accessed from http://www.monsanto.com/newsviews/pages/food-safety.aspx
79. Rose, Stu. "GMO & disease." Sustainability. January 26, 2016. Accessed from http://gardenatriums.com/blog/2016/01/26/gmos-and-disease-2/
80. RT. "GMOs linked to gluten disorders plaguing 18 million Americans - report." RT Question More, America, November 26, 2013. Accessed from https://www.rt.com/usa/gmo-gluten-sensitivity-trigger-343/
81. Smith, M. Jeffrey. "Are genetically modified foods a gut-wrenching combination?" Institute For Responsible Technology. Accessed from http://responsibletechnology.org/glutenintroduction/
82. Fagan, John et al. "GMO myths and truths." 2nd Edition, Earth Open Source, Great Britain, 2014. Accessed from http://responsibletechnology.org/irtnew/docs/GMO-Myths-and-Truths-edition2.pdf
83. Edwards, Joel. "Scientists against GMOs - hear from those who have done the research." Organic Lifestyle Magazine. August 5, 2015. Accessed from http://www.organiclifestylemagazine.com/scientists-against-gmos-hear-from-those-who-have-done-the-research
84. Sustainable Pulse. "Dr Swanson: GMOs cause increase in chronic diseases, infertility and birth defects." Sustainable Pulse, April 27, 2013. Accessed from http://sustainablepulse.com/2013/04/27/dr-swanson-gmos-and-roundup-increase-chronic-diseases-infertility-and-birth-defects/#.V2U--PI97IV

85. Fractured Paradigm. "Boycott Monsanto - A simple list of companies to avoid." Fractured Paradigm, April 2, 2013. Accessed from http://fracturedparadigm.com/2013/04/02/boycott-monsanto-a-simple-list-of-companies-to-avoid/
86. Mikkelson, David. "Monsanto-owned companies." Snopes. February 29, 2012. Accessed from http://www.snopes.com/politics/business/monsanto.asp
87. Market Watch. "10 companies that control the world's food." Market Watch, September 2, 2014. Accessed from http://www.marketwatch.com/story/10-companies-that-control-the-worlds-food-2014-09-01
88. True Activist. "Printable list of Monsanto-owned 'food' producers." True Activist, May 15, 2014. Accessed from http://www.trueactivist.com/printable-list-of-monsanto-owned-food-producers/
89. Seatle Organic Restaurants. "Dark history of Monsanto." Seatle Organic Restaurants. Accessed from http://www.seattleorganicrestaurants.com/vegan-whole-foods/dark-history-monsanto/
90. Murray, Rich. "The Amazing revolving door - Monsanto, FDA & EPA." Rense. Accessed from http://rense.com/general33/fd.htm
91. Marler, Bill. "Michael R. Taylor, named deputy commissioner for foods at FDA." Marler Blog, January 13, 2010. Accessed from http://www.marlerblog.com/case-news/michael-r-taylor-named-deputy-commissioner-for-foods-at-fda/#.V2ExTbt97IU
92. FDA News Release. "Noted food safety expert Michael R. Taylor named advisor to FDA Commissioner." US Food and Drug Administration, U.S. Department of Health and Human Services, July 7, 2009. Accessed from http://www.fda.gov/NewsEvents/Newsroom/PressAnnouncements/2009/ucm170842.htm
93. GW Public Health. "Margaret Miller, PhD." Environmental and Occupational Health, Public Health, The George Washington University, Washington DC. Accessed from http://publichealth.gwu.edu/departments/environmental-and-occupational-health/margaret-ann-miller
94. Murray, Rich. "The Amazing revolving door - Monsanto, FDA & EPA."
95. All World Xchange. "Monsanto Pakistan (pvt) ltd." All World Xchange. Accessed from http://allworldxchange.com/en/profile/index/id/2244
96. Bloomberg. "Company overview of Monsanto Pakistan Agritech (pvt) ltd." Bloomberg. Accessed from http://www.bloomberg.com/research/stocks/private/snapshot.asp?privcapId=35856735
97. Monsanto. "Who we are: Pakistan." Monsanto. Accessed from http://www.monsanto.com/whoweare/pages/pakistan.aspx
98. All World Xchange. "Monsanto Pakistan (pvt) ltd."
99. Sustainable Pulse. "GM crops now banned in 38 countries worldwide." Sustainable Pulse Research, October 22, 2015. Accessed from http://sustainablepulse.com/2015/

10/22/gm-crops-now-banned-in-36-countries-worldwide-sustainable-pulse-research/#.V0l1rfl97I
100. Chow, Lorraine. "It's Official: 19 European countries say 'No' to GMOs." EcoWatch, October 5, 2015. Accessed from
http://ecowatch.com/2015/10/05/european-union-ban-gmos/
101. Reuters. "Govt decides to ban GMO food production in Russia: Deputy PM." Food and Beverage, CNBC, September 23, 2015. Accessed from http://www.cnbc.com/2015/09/23/govt-decides-to-ban-gmo-food-production-in-russia-deputy-pm.html
102. Plants. "Genetically modified organisms." European Commission. Accessed from http://ec.europa.eu/food/plant/gmo/index_en.htm
103. Just Label It. "Just label it." Just label It. Accessed from http://www.justlabelit.org/press-center/press-items/gmo-labeling-isnt-dead-see-which-states-are-leading-the-fight/
104. Ford, Dana & Ferrigno, Lorenzo. "Vermont governor signs GMO food labeling into law." CNN, May 9, 2014. Accessed from
http://edition.cnn.com/2014/05/08/health/vermont-gmo-labeling/
105. Huffpost Green. "Washington to vote on GMO labeling law." The Huffington Post, November 05, 2013. Accessed from http://www.huffingtonpost.com/2013/11/05/washington-gmo-labeling-vote_n_4217836.html
106. Sarich, Cristina. "64 nations say no to GMO, yet US govt nears illegal GMO labeling." Natural Society. July 30, 2015. Accessed from
http://naturalsociety.com/64-nations-say-no-to-gmo-yet-us-govt-nears-illegal-gmo-labeling/
107. The Huffington Post. "GMO protest." The Huffingtonm Post. Accessed from
http://www.huffingtonpost.com/news/gmo-protest/
108. Centre For Food Safety. "State labeling initiatives." Centre For Food Safety. Accessed from http://www.centerforfoodsafety.org/issues/976/ge-food-labeling/state-labeling-initiatives#
109. Walia, Arjun. "It's official - Russia completely bans GMOs." Collective Evolution, April 15, 2014. Accessed from https://www.collective-evolution.com/2014/04/15/its-official-russia-completely-bans-gmos/
110. International Agency for Research on Cancer. "Globocan 2012: Estimated cancer incidence, mortality and prevalence worldwide in 2012." International Agency for Research on Cancer, World Health Organization. Accessed from
http://globocan.iarc.fr/Pages/fact_sheets_cancer.aspx
111. EurActiv.com with Reuters. "French study re-launches GMO controversy." EurActive, Sep 20, 2012. Accessed from https://www.euractiv.com/section/agriculture-food/news/french-study-re-launches-gmo-controversy/
112۔ مجتبیٰ، محمد۔ ''نیسلے پاکستان کا جائزہ''۔ چیلنج، جلد8، شمارہ3، ستمبر تا دسمبر، 2015، صفحہ 14۔

مونسانٹو نے گھٹنے ٹیک دیے: 700 ملین ڈالرز کا ہرجانہ

مونسانٹو، سولوشا اور فائزر کمپنیاں اور 20 ہزار سے زائد متاثرین ایک معاہدے پر پہنچ گئے ہیں جس کے مطابق مذکورہ کمپنیاں متاثرین کو ہرجانے کے طور پر 700 ملین امریکی ڈالرز ادا کریں گی۔ مونسانٹو پر مقدمے کی بنیاد اس کی تیار کردہ پولی کلورینٹیڈ بائی فنائلز (پی سی بی) کیمیائی مرکب ہے۔ مونسانٹو ایک دیوہیکل کمپنی 1930 سے 1970 کی دہائی تک امریکہ کی ریاست الاباما کے علاقہ اینس ٹین میں اس انتہائی زہریلی کیمیائی مرکب کی پیداوار کی ذمہ دار تھی۔ کمپنی انسانی ادویات، کیمیائی اجزاء اور زرعی کیمیائی اجزاء پر مبنی کئی طرح کی اشیاء کی پیداوار میں مصروف رہی۔ انتہائی زہریلی کیمیائی مرکب کی پیداوار اینس ٹین کے باسیوں کے لیے نہ صرف خطرناک بلکہ ان کی رہائش گاہوں اور ماحول کو بھی آلودہ کرنے کا باعث تھی۔ مونسانٹو کئی ملین پاؤنڈ زہریلی کیمیائی اشیاء وہاں کے نہروں اور دریاؤں میں ڈالتی رہی۔ اس کے علاوہ کچرا ڈھیر کرنے کی جگھوں پر بھی ان کیمیائی اجزاء کو پھینکا جاتا تھا۔

اس انتہائی درجے کی زہریلی آلودگی کی وجہ سے عوام کو صحت کے کئی مسائل کا سامنا تھا۔ اینس ٹین کے رہنے والوں کے مطابق پی سی بی کے زہریلے اثرات کی وجہ سے کئی ہزار بچوں میں کینسر اور ذہنی معذوری جیسے موذی امراض پائے گئے۔ جانی و مالی نقصانات کی بنیاد پر 20 ہزار سے زائد افراد نے امریکی مرکزی حکومت اور الاباما کی ریاستی حکومت کی عدالتوں میں مونسانٹو کے خلاف مقدمہ دائر کیا تھا۔ موکلین کے طرف سے مقدمہ لڑنے والے وکلاء کا کہنا تھا کہ ان کو مونسانٹو کے کچھ خفیہ مسودے ملے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ 1930 کی دہائی سے ہی کمپنی کو علم تھا کہ پی سی بی سے صحت کو خطرات لاحق ہوسکتے ہیں مونسانٹو نے ان خطرات کو منظر عام پر لانے کی زحمت گوارا نہیں کی بلکہ اینس ٹین میں پی سی بی کی پیداوار 1971 میں اس لیے بند کی کہ ماحولیاتی آلودگی صاف نظر آنا شروع ہوگئی تھی۔ 1979 میں امریکہ کی مرکزی حکومت نے پی سی بی کی پیداوار پر پابندی عائد کردی۔

جرمانے کے طور پر ادا کیے جانے والے 700 ملین ڈالرز میں سے 600 ملین ڈالرز کی نقد ادائیگی

کے علاوہ صفائی، ادویات اور دوسرے پروگرام شامل ہیں۔ متاثرین کو ادا کی جانے والی 600 ملین ڈالرز میں سے 390 ملین ڈالرز مونسانٹو عدالت کے حکم کے 7 دن کے اندر اندر ادا کرے گی۔ جبکہ سلوشا 500 ملین ڈالرز کی رقم مساوی اقساط میں 10 سال کے عرصہ میں ادا کرے گی۔ باقی 160 ملین کی رقم مونسانٹو، سلوشا اور فارمسیا کارپوریشن کے انشورنس کے ذریعے فراہم کیے جائیں گے۔ یہ رقم بھی عدالتی حکم کے ۷ یوم کے اندر اندر ادا کی جانی تھی۔

اس معاہدے میں وفاقی اور ریاستی سطح پر ایک جیسے 2 مقدمات دائر کرنے والے لوگ شامل ہیں۔ اس طرح وفاقی عدالت میں مقدمہ دائر کرنے والے 17,000 افراد اور الابامہ کے ریاستی عدالت میں مقدمہ دائر کرنے والے 3,500 افراد کے درمیان 300، 300 ملین ڈالرز نقد برابر کے حساب سے تقسیم کرنے کا فیصلہ ہوا ہے۔ وکلاء اور کمپنیوں کے مابین معاہدے میں ثالثی کا کردار ججوں نے ادا کیا۔

سلوشا نے 1997 میں مونسانٹو سے علیحدہ ہو کر ایک نئی کمپنی کا روپ دھارا تو اینس ٹین کارخانے کی ماحولیاتی ذمہ داری اس نے اٹھالی تھی۔ مونسانٹو کئی ایک انتظامی تبدیلیوں سے گزری جس کے دوران ایک دور ایسا بھی تھا جب یہ فارمسیا کارپوریشن کے ذیلی ادارے کی حیثیت سے کام کرتی تھی لیکن اب یہ ایک خود مختیار کمپنی ہے جبکہ فارمسیا کو ایک اور کمپنی فائزر نے خرید لیا ہے۔

پچھلے ہفتے ریاستی مقدمے کے فیصلے کے بعد سلوشا کمپنی کے اخراجات 100 ملین ڈالرز کی بلند سطح کو چھو گئے اور سلوشا نے اپنی ایک سہ ماہی مالیاتی رپورٹ میں کہا کہ کمپنی دیوالیہ قرار دیے جانے پر غور کر رہی ہے جس کی ایک وجہ ماحولیاتی مقدمات ہیں۔

(مونسانٹو فائنڈ700 ملین ڈالرز فار پوائزننگ پیپل ودھ پی سی بیز اینس ٹین، الابامہ، ڈیل ریچڈ ان پی سی بی ٹرائلز، جسیکا سنٹرز، اسٹار اسٹاف رپورٹر، 21، اگست2003)

اس خبر سے کئی اہم نکات بھی سامنے آتے ہیں۔

1۔ معاہدے کی رقم ادا کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ کمپنیوں کو مقدمہ ہارنے کا اندازہ ہوگیا تھا۔ یہ بڑی بڑی بین الاقوامی کمپنیوں کے خلاف عوام کی اخلاقی فتح اور جیت کو ظاہر کرتی ہے۔

2۔ اس مقدمے میں توقع کی جارہی تھی کہ متاثرین کو 300 بلین ڈالرز ملیں گے لیکن صرف 700 ملین ڈالرز پر

معاہدہ ہوگیا ہے۔ یوں ان کمپنیوں کی جان سستے میں چھوٹ گئی ہے۔

3۔ اس سے دوسرے متاثرین کو حوصلہ ملا ہے کہ وہ بھی کمپنیوں کے خلاف مقدمہ بازی کریں۔

4۔ عدالت کے کسی نتیجے پر پہنچنے سے قبل ہی معاہدہ، قانونی فتح کا راستہ روکنے کا بھی باعث بنا ہے۔

5۔ کمپنیاں رقم کی ادائیگی کے بعد قانونی الزام سے بظاہر نکل آئی ہیں۔

6۔ اس مقدمے میں بھی وہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے جو بین الاقوامی کمپنیاں عموماً اختیار کرتی رہی ہیں یعنی رقم دے کر متاثرین کا منہ بند کرنا۔

7۔ ایسے فیصلے یا معاہدے کمپنیوں کے لیے یہ ممکن بناتا ہے کہ وہ اپنے مالی وسائل اور طاقت پر بھروسہ کرتے ہوئے انسانی صحت اور ماحولیات کو جس قدر چاہے نقصان پہنچائے۔

ہم ہیں مونسانٹو*

تلخیص و ترجمہ: ساجد حسین خاصخیلی

ہم ہیں مونسانٹو، ہم ہیں مونسانٹو
دیا بچوں کو سرطان، بن کے شیطان سے رحمان
کریں گے ختم اس دھرتی سے، صحت خوراک اور ارمان
قبضے میں لیکر ہر اک جان، بدلیں گے اور بھی
قانون قدرت کے میزان
کہ ہم ہیں مونسانٹو

ڈی ڈی ٹی پر پابندی میں ہمارا کیا تھا قصور
کہ خوراک پر کیڑے مکوڑوں کو مارنا تھا ضرور
تھا یہ اک انقلابی حل، جس پر ہمیں تھا عبور
گر سبزیاں ہوئی زہریلی، تو ہم کیا کریں حضور
کہ ہم ہیں مونسانٹو

گر ہے زہریلا بیج ہمارا، تو ہمارے پاس قانون دان بھی ہیں
صدر سے لیکر ہمارے جیب میں معمولی سیاستدان بھی ہیں
ذریعے پریس اور ٹی وی کے، بچے میاں اور بیوی کے
بدلیں گے جب خیالات، تو ہوگی ہرسو ہماری بات
کہ ہم ہیں مونسانٹو

تمہیں انتخاب نہیں، تمہیں استعمال کرنا ہے
ہو تمہارا ہر نوالا زہر آلودہ، ہمیں یہ کمال کرنا ہے
ہر نئے قانون کے ساتھ، ہوتے ہیں مضبوط میرے ہاتھ
ہیں مالک اس زمانے کے، مگر قصے نہیں یہ سنانے کے
کہ ہم ہیں مونسانٹو

اے مونسانٹو، ظالم مونسانٹو
دیا لوگوں کو سرطان، بن کے
شیطان سے رحمان
کیا ختم اس دھرتی سے صحت،
خوراک اور ارمان
لیکر قبضے میں ہر اک جان، بدلے
قدرت کے میزان

اے مونسانٹو
دھرتی نشینوں کے آزار
کرکے جینیات کا کاروبار
لائے ہو زندگی کو بازار
آنے والی نسلیں
جب کاٹیں گی تیری فصلیں
سوچے گی تجھ کو نفرت سے
دیکھ کر ماحول کو حسرت سے
اے مونسانٹو، ظالم مونسانٹو

* چیلینج، اگست 2001، صفحہ 12

روٹس فار ا یکوٹی کا تعارف

روٹس فار ا یکوٹی ناانصافیوں کی شکار پسماندہ دیہی اور شہری آبادیوں کے ساتھ کام کرتی ہے جن میں چھوٹے اور بے زمین کسان، عورتیں اور مذہبی اقلیتیں شامل ہیں۔ ہمارا یقین ہے کہ پاکستان کی معاشی و سماجی ترقی حقیقی جمہوریت کے بغیر ممکن نہیں اور یہ تبدیلی آبادیوں کے متحرک ہوئے بغیر ناممکن ہے۔ یقیناً سماجی شعور اور سیاسی طور پر بیدار آبادیاں ہی اپنے لیے انصاف حاصل کرسکتی ہیں۔ روٹس فار ا یکوٹی اس اصول پر سختی سے قائم ہے کہ وہ آبادیوں کے ساتھ مل کر سماجی، سیاسی، معاشی و ماحولیاتی انصاف کی جدوجہد میں اپنا حصہ ڈالے گی۔

ہمارا عزم

آبادیوں کو سماجی، سیاسی و معاشی اور ماحولیاتی انصاف کے حصول کے لیے مستحکم کرنا۔

ہماری منزل

ایک حقیقی جمہوری معاشرہ جو عوام کے استحصال، جبر اور ناانصافیوں سے مبرا ہو۔